۳۳۱۲

۹۹۲

۱۴۸

سیرۃ بلال رضی اللہ عنہ

یعنے

حضرت بلال رض عاشق صادق حضرت سرورِ کائنات صلعم

کے

حالات زندگی

مؤلفہ

مولوی وجاہت حسین صاحب وجاہت سابق

اسسٹنٹ ایڈیٹر اخبار زمیندار لاہور

قلم الفقیر ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر صوفی و

زمیندار پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات

صرف سرورق راجپوت پرنٹنگ ورکس لاہور میں چھپوایا

حیات خدیجۃ الکبریٰ رضؓ

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلے بیوی تھیں عورتوں میں سب سے اول آپ رضؓ ایمان لائیں۔ آپ نے اپنا تن من دھن سب کچھ اس داعی صادق پر قربان کر دیا جس کے نام میں ہم لوگوں کی بیماریوں کی شفا اور حاجتوں کی قضا ہے آپ رضؓ کو یہ شرف حاصل تھا۔ کہ انکی زندگی میں حضرت رسالت مآبؐ نے دوسری شادی نہ کی۔ اسلام سے پہلے اگر رسول خداؐ قریش میں امین کے لقب سے ملقب تھے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ طاہرہ کے خطاب سے مخاطب کی جاتی تھیں اس پاک بی بی کے مقدس حالات جسقدر سبق آموز ہو سکتے ہیں وہ کسی تشریح کے محتاج نہیں۔ مولٰنا سید عاشق حسین صاحب سیماب وارثی اکبر آبادی نے اس اہم ضرورت کو پورا کیا ہے اور آپکے حالات زندگی میں یہ جامع کتاب لکھی جس کی نظیر کم سے کم اردو زبان میں اس سے پہلے نہیں۔ شروع کتاب میں مزار حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کا فوٹو بھی لگا دیا گیا ہے۔ قیمت بلا جلد ۱عہ) مجلد ولائتی کپڑے کی جس پر کتاب اور مصنف کا نام سنہری حرفوں سے چھپا ہوگا صرف عہ علاوہ محصول ڈاک ہے ✤

ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات

نذر

یہ کتاب اُس سچّی عقیدت اور فدایانہ محبّت

سے جو خاکسار کو سیّدی و مولائی حضرت مولینا

الحاج ابو البرکات سیّد محمدؐ فضلشاہ صاحب

سجّادہ نشین جلالپور شریف سے ہے۔

حضرت ممدوح کے نام نامی پر معنون کیجاتی ہے۔

گر قبول اُفتد زہے عزو شرف

احقر العباد محمد الدین ایڈیٹر صوفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین

Damas
Bab Charki
باب شرقی شہر دمشق مزار حضرت بلال رضی کا نظارہ
صحیح تاریخی مدفن یہی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حضرت بلالؓ حبشی

تمہید

رسمی طور پر حضرت بلالؓ کے سوانح عمر اس مختصر جملہ میں ادا ہو سکتے ہیں۔ کہ "وہ حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے موذن تھے" اس کے سوا عوام الناس اِن کی خاص فضیلت یا مہتم بالشان اسلامی خدمت سے کم واقفیت رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت بلالؓ کے واقعات حیات پر جس قدر گہری نظر ڈالی جاتی ہے۔ اُن کی عظمت و فضیلت کے پردے حیرت انگیز طریق پر یکے بعد دیگرے اُٹھتے چلے جاتے ہیں۔ اور دیکھنے والا متحیر و ششدر رہ جاتا ہے۔ کہ اللہ اکبر! اسلام کی محبت پیغمبر اسلام کی اطاعت اور خدائے اسلام کی طاعت نے ایک حبشی غلام کے محاسن و مدارج میں کس درجہ اضافہ کر دیا ہے ؛

حضرت بلال رضؓ کی اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے۔ کہ انہوں نے
جس وقت خدا کی وحدانیت اور جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم
کی رسالت و نبوت کی تصدیق کی تھی۔ وہ ایک نومسلم کے لئے نہایت ہی
پُر آشوب اور خطرناک زمانہ تھا۔ عرب کے باشندے صدہا سال سے
بُتوں کی پرستش کے خوگر چلے آتے تھے۔ اُن کے نزدیک سنگ و حشت
کی بے جان مورتیں اور بے حس و حرکت صورتیں غیر معمولی قوت و طاقت
رکھتی تھیں۔ اُن کا خیال تھا کہ نظام عالم میں بتوں کی خاموشی کو خاص
دخل ہے۔ وہ سمجھتے تھے۔ کہ اِن بُتوں سے زبردست اور قوی دُنیا میں
کوئی طاقت موجود نہیں۔ وہ خُدا کو جانتے تھے۔ نہ رسول کو پہچانتے تھے۔
تمام سرزمینِ عرب میں کفر و شرک کا دور دورہ تھا۔ اور چپہ چپہ پر کافر
و مشرک پھیلے ہوئے تھے۔ ایسی حالت میں کسی شخص کا بُتوں کی خدائی سے
منکر ہو کر وحدہٗ لاشریک لہ کی وحدانیت کا قایل و مقر ہونا ایسا اہم ایسا
سخت اور ایسا دشوار کام تھا۔ جس کا نقش پورے طور پر الفاظ میں ہرگز نہیں
کھینچ سکتا۔ مختصر یہ ہے۔ کہ اُس وقت قبول اسلام ایک جان جوکھوں کا کام
تھا۔ اگر حضرت بلال رضؓ عرب کے کوئی دولتمند آدمی ہوتے تو ممکن تھا۔ کہ اُن کا
روپیہ انہیں تبدیل مذہب کی صورت میں ایک حد تک ہدف مصائب
ہونے سے بچا لیتا۔ یا اگر وہ کسی بڑے خاندان کے رکن ہوتے۔ تو
اُن کے جتھے کے خوف سے مظالم کا اشتداد کسی قدر کم ہو جاتا۔ لیکن اِن
میں سے ایک بات بھی نہ تھی۔ بیچارے بلال رضؓ عرب میں بالکل پردیسی
اور غریب الوطن تھے۔ اور اِس پر طرہ یہ ہے۔ کہ غلامی کی حالت میں زندگی
بسر کرتے تھے۔ جو دُنیوی پہلو سے نہایت ہی خفیف اور ادنےٰ درجہ کی

تھا۔ جب اِس کو حضرت بلال کے مُسلمان ہونے کی خبر ہوئی۔ تو وہ اِن کی
جان کو آگیا۔ کوئی کڑے سے کڑا ظلم۔ سخت مصیبت اور بڑے سے بڑا عذاب
ایسا نہیں تھا۔ جس کی اُن پر مشق نہ کی گئی ہو۔ گرم ریت پر وہ لٹائے گئے
پتھروں کے نیچے وہ دبائے گئے۔ چھال کی بٹی ہوئی رسّی اُن کی گردن
میں ڈالی گئی۔ اور مشرکوں کے لڑکے اونٹ کی طرح اُن کو گھسیٹتے پھرے۔
لیکن آفرین ہے بلال رضؓ کی ہمت و حمیّت پر کہ وہ جس بات کو حق سمجھ چکے
تھے۔ اُس کی نہایت مستقل مزاجی اور جوانمردی سے اخیر وقت تک تائید
کرتے رہے۔ اور پیش آنے والی مشکلات کی پرکاہ برابر بھی پروانہ کی۔
روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہے۔ کہ جوانانِ احرار میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ
عورتوں میں حضرت خدیجہ رضؓ۔ لڑکوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ غلامانِ آزاد
میں زید رضؓ بن حارثہ۔ اور غلاموں میں حضرت بلال رضؓ سب سے پہلے ایمان
لائے۔ لیکن موخر الذکر کی حالت سب سے جداگانہ ہے۔ حضرت ابوبکر
صدیق رضؓ کی ذاتی امارت اور خاندانی وجاہت قبولِ اسلام کے بعد
بہت کچھ نافع و کارآمد ثابت ہوئی۔ اور اِس کی بدولت وہ دشمنوں
کے فتنۂ و شر سے مامون و مصئون رہے۔ اِسی طرح حضرت خدیجہ رضؓ بھی
امیر کبیر گھرانے کی خاتون تھیں۔ اُن کے لئے بھی تبدیلِ مذہب کا کام
چنداں دشوار نہ تھا۔ قطع نظر اِس سے مردوں کی بہ نسبت عورتیں ویسے
بھی عموماً ہر معاملہ میں زیادہ باز پُرس کے قابل نہیں سمجھی جاتیں اِس لئے
حضرت خدیجہ رضؓ کو مُسلمان ہوجانے کی وجہ سے کوئی خاص تکلیف نہیں اُٹھانی

کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جس میں بڑے بڑے بارسوخ اور بااثر نفوس بہ تعداد کثیر موجود تھے۔ اور جن کے سامنے عوام الناس کو دم مارنے کی جرات نہ ہوسکتی تھی۔ اس لئے وہ بھی بت پرستوں کی سختیوں سے محفوظ رہے۔ حضرت زید اگرچہ غلام تھے۔ مگر آزاد ہو چکے تھے۔ اور اپنی مرضی کے مالک و مختار تھے۔ اس لئے اپنا مذہب تبدیل کردینے کی صورت میں ان کے واسطے بھی زیادہ خطرہ نہ تھا۔ ان کے برخلاف حضرت بلال رضؓ غلامی کی حالت میں ایمان لائے تھے۔ اور مشرکوں کے قبضے میں تھے۔ اس لئے ان کا اسلام اپنی نوعیت کے لحاظ سے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ جن لوگوں نے ابتداء اسلام قبول کیا وہ اس وجہ سے بھی خاص عظمت و فضیلت رکھتے ہیں۔ کہ انہوں نے دوسروں کو اسلام کی ترغیب و تحریص دلائی۔ اور اس لحاظ سے بھی حضرت بلال رضؓ کا درجہ بہت اونچا نظر آتا ہے +

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے فضائل و مناقب یوں تو بے پایاں ہیں لیکن محض خدا اور رسول اور اسلام کے لئے ان کا حضرت بلال رضؓ کو آزاد کرانا ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے۔ جس کے اجر و ثواب کا اندازہ کرنا مشکل ہے +

اسلام میں حضرت بلال رضؓ کے سوانح عمر ان کے اسلام لانے کے بعد سے شروع ہوتے ہیں۔ ان کے زمانۂ جاہلیت کے متعلق صرف اتنا ہی علم کافی ہوسکتا ہے۔ کہ وہ حبش کے باشندے تھے۔ اور عرب میں آکر بنی جمح کے غلام ہو گئے تھے۔ دراصل ہمیں ان کی اسلام سے پہلے کی زندگی سے چنداں تعلق بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ قبول اسلام کے بعد حضرت بلال رضؓ کی زندگی کیونکر بسر ہوئی۔ اور اسلامی نقطۂ خیال سے انہوں نے اپنے آپ کو کس درجہ و رتبہ کا مسلمان ثابت کیا۔ اس کے

متعلق صرف اسی قدر کہنا کافی ہے۔ کہ نماز جو اسلام میں سب سے بڑا رکن ہے۔ اُس کا ابتدائی اہتمام و انتظام حضرت بلالؓ کے سپرد ہوا۔ اور وہ اذان کہنے کی خدمت پر مامور کئے گئے۔ یعنی حضرت بلال رض کو مسلمان ہوتے ہی وہ مہتم بالشان کام انجام دینا پڑا۔ جس میں پانچوں وقت توحید و رسالت کی شہادت اعلان کے ساتھ کی جاتی ہے۔ اگر بہ نظر غایر دیکھا جائے تو یہ ایک بڑے سے بڑا اعزاز ہے۔ جو کسی مسلمان کو نصیب ہو سکتا ہے۔ حضرت بلال رض سے پیشتر یہ خدمت کسی مسلمان نے انجام نہیں دی تھی۔ قدرت نے یہ فخر و شرف انہیں کے لئے مخصوص کیا تھا ؛

بلال رض نماز کے وقت اذاں کہا کرتے تھے۔ اور جب نمازی فراہم ہو جاتے تھے۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کو نماز کی اطلاع دیا کرتے تھے۔ اور باقی وقت دست بستہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ یہ ایسا فخر ہے۔ جس کی آرزو ہر سچّے مسلمان کے دل میں پائی جاتی ہے۔ بلال رض بظاہر تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے غلام ہی تھے۔ لیکن حقیقت میں اُنہوں نے اپنے خلوص۔ نیک نیتی۔ اور اطاعت سے اپنا وقار و اعتبار اِس درجہ بڑھا لیا تھا۔ کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے مختار عام یا کارندے معلوم ہوتے تھے۔ رسول صلے اللہ علیہ وسلم خدا کے ایسے سیاسی یا خانگی اُمور بہت کم ہوتے تھے۔ جو حضرت بلال رض کی صلاح و مشورہ کے بغیر انجام پاتے تھے ؛

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے عہد حیات تک حضرت بلال رض کی زندگی کا حصّہ خصوصیت سے اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اِن کو ہر وقت حضوری رہتی تھی۔ اور [illegible]

وہ زمانہ ہے جس میں بلالؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریباً جملہ غزوات میں شریک رہے۔ اور اس طرح انہوں نے وہ ثواب بھی حاصل کرلیا جس کا اسلام میں سب سے بڑا درجہ ہے۔

حضرت بلالؓ کی وقعت و عزت کا اندازہ کرنے کے لئے مندرجہ ذیل حدیث کے مضمون پر غور کرنا چاہیئے۔ صاحب اسد الغابہ نے مقداد بن عمرو کے تذکرہ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت علی مرتضیٰ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ "آپ نے فرمایا پہلے کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جسے سات رفیق و وزیر نہ ملے ہوں۔ مگر مجھے ۱۴ عطا ہوئے ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ حمزہ[۱]۔ جعفر[۲]۔ ابوبکر[۳]۔ عمر[۴]۔ علی[۵]۔ حسن[۶]۔ حسین[۷]۔ ابن مسعود[۸]۔ سلمان[۹]۔ عمار[۱۰]۔ حذیفہ[۱۱]۔ ابوذر[۱۲]۔ مقداد[۱۳]۔ بلال[۱۴]"۔ اب ہر شخص خود اندازہ کرسکتا ہے۔ کہ حضرت بلالؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے یا رفیق و وزیر۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سطوت و جلالت مشہور ہے۔ مگر حضرت بلالؓ کے متعلق ان کے کیا خیالات تھے۔ اس باب میں صاحب اسد الغابہ کا حسب ذیل قول ملاحظہ طلب ہے:۔

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر ہمارے سردار تھے۔ اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی بلالؓ کو آزاد کیا۔"

جب حضرت عمرؓ جیسا باجبروت خلیفہ حضرت بلالؓ کو "سردار" کے لفظ سے یاد کرتا ہے۔ تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ بلالؓ صرف ایک کے غلام تھے۔ اور باقی سب کے آقا۔ بلالؓ وہ مسلمان تھے۔ جن کو اسلام میں سب سے پہلے اذان دینے کا فخر حاصل ہوا۔ بلالؓ وہ مسلمان تھے۔ جنہوں نے راہ خدا میں بڑی بڑی کڑیاں اٹھائیں۔ بلالؓ وہ مسلمان تھے۔ جو سفر و حضر میں ہمیشہ آنحضرت صلعم

کے ساتھ رہے۔ بلالؓ وہ مسلمان تھے۔ جنہوں نے اسلام اور خدا اور رسولؐ کی خوشنودی کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔ بلالؓ وہ مسلمان تھے۔ جن کی صدائے اذان سے صحابۂ عظامؓ کے قلوب اور گردونواح کی زمین میں زلزلہ آجاتا تھا۔ بلالؓ وہ موذّن تھے۔ جو محض حجرہ نشینی ہی پر اکتفا نہ کرتے تھے۔ بلکہ سربکف اور شمشیر بدست ہو کر ہر غزوے اور ہر معرکے میں مسلمانوں کا ساتھ دیا کرتے تھے۔ بلالؓ وہ مسلمان تھے۔ جن کو اسلام کی بدولت غلامی سے آزادی حاصل ہوئی اور انجام کار مسلمانوں کے سردار بن گئے۔ سبحان اللہ حضرت رسول خدا کی غلامی کس درجہ شرف و اعزاز کا باعث ہے ؎

منم غلامِ غلامِ تو یا رسول اللہؐ
دلم فدائے بنامِ تو یا رسول اللہؐ

ایسے فدائے اسلام۔ ایسے فنافی الرسولؐ اور ایسے مقبول بندۂ خدا کے حالات زندگی قلمبند کرنا مجھ جیسے دنیا دار اور گنہگار آدمی کا کام نہیں۔ جس کو نماز کی پابندی کا خیال ہے۔ نہ روزے کی فرضیت کا لحاظ اور نہ خدا و رسول کے دوسرے احکام کی تعمیل کا احساس۔ بھلا میں اور حضرت بلال کی سیرۃ لکھنے کا تہیہ کروں ؎

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

اگر کوئی مجھ جیسا شخص کسی صحابیؓ کے حالات قلمبند کرنے بیٹھ جائے۔ تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ اس نے غیر معمولی جرأت وجسارت کی ہے۔ اور اگر اس کام سے اس کی نیّت محض شہرت حاصل کرنے اور دولت کمانے کی ہے۔ تو یقیناً وہ ایک گناہِ عظیم کا مرتکب ہوا ہے۔ ہم نے اِس چودھویں صدی میں بچشم خود قرآن شریف کے ایسے مترجم دیکھے ہیں۔ جنھوں احکام شرع ...

چنداں سروکار نہیں۔ اُن کے دل میں خدا کی عظمت ہے۔ نہ اُس کے رسول کی عزت۔ محض اپنی معمولی اور محدود علمی قابلیت کے بل پر شہرت اور دولت حاصل کرنے کے لئے ایسا کام کر گذرتے ہیں۔ جس کے وہ حقیقتاً اہل نہیں ہوتے۔ ہم نے ایک مولوی کو جس نے ترجمہ قرآن مجید کی طرح ڈالی تھی۔ اس حالت میں دیکھا کہ قرآن شریف بغرض ترجمہ میز پر کھلا رکھا تھا۔ اور نئی روشنی کے مترجم صاحب کرسی پر دراز تھے۔ اور اُن کی ٹانگیں کھلے ہوئے قرآن شریف کے برابر رکھی تھیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قرآن شریف کا مترجم ہونے کے لئے کم سے کم ایسے ہی ثقہ۔ متقی عالم باعمل۔ متبع سنت اور پابند شریعت نفوس کی ضرورت ہے۔ جیسے حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث یا حضرت مولانا شاہ رفیع الدین اور حضرت مولانا شاہ عبد القادر محدث دہلوی تھے۔ اور یہ اِن بزرگوں کی نیکی اور تقدس کا اثر ہے۔ کہ جو ہر دلعزیزی و مقبولیت اِن کے تراجم کو حاصل ہوئی۔ وہ چودھویں صدی کے کسی نمایشی مولوی یا مترجم کو آج تک نصیب نہیں ہو سکی۔ جو شخص شراب پیتا ہے۔ کباب کھاتا ہے۔ سود لیتا ہے۔ فرشتوں اور قیامت پر اعتقاد نہیں رکھتا۔ بہشت و دوزخ کا قایل نہیں۔ نماز میں رکوع و سجود کو ایک فعل عبث قرار دیتا ہے۔ اور روزے کو مفلسوں اور فاقہ مستوں کا پردہ دار سمجھتا ہے۔ اُسے کیا حق ہے۔ کہ وہ ایک مسلمان کی حیثیت سے کتاب خدا و رسول کا ترجمہ کرے۔ اور اُس پر کسی قسم کا حاشیہ چڑھائے۔ ظاہر ہے۔ کہ اِس قطع و قماش کے لوگ کوئی دینی یا مذہبی کام بغرض حصول ثواب تو کر ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ سرے سے اُن کے عقاید ہی فاسد ہوتے ہیں۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں۔ محض اپنا نام اچھالنے یا روپیہ پیدا کرنے کے لئے

کرتے ہیں۔ اور دین کے پردے میں دنیا کماتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی فریب دہی ہے جس کا انہیں خدا کے سامنے یقیناً جواب دہ ہونا پڑے گا۔ خدا مسلمانوں کے حال پر رحم کرے۔ کہ ان میں ایسے افراد کی روز بروز کثرت ہوتی جاتی ہے *

مجھے اپنی دینداری اور پارسائی کا دعوٰے نہیں۔ میں مذہبی پہلو سے حقیقتہً اس امر کی کسی طرح اہلیت نہیں رکھتا۔ کہ حضرت بلالؓ جیسے عاشق رسول اللہ کے حالات زندگی مدون کرسکوں۔ باقی رہی قابلیت تو اُس کے خانہ میں بھی صفر ہے۔ میں عوام الناس سے بحثیت ایک معمولی شاعر و مضمون نگار کے روشناس ہوا۔ پس میں وہ کام کیونکر انجام دے سکتا ہوں۔ جو مستند علما اور جید فضلا کے کرنے کا ہے۔ مگر الحمدللہ عقاید برُے نہیں رکھتا۔ اور اسی حسن عقیدت کی وجہ سے مجھے اپنے علم پرور فقیر دوست ملک محمد الدین صاحب ایڈیٹر رسالہ صوفی کی فرمائیش متعلق بہ سیرۃ بلال پوری کرنی پڑی۔ پہلے لکھا جا چکا ہے۔ کہ میں ایک دنیا دار آدمی ہوں۔ اور ایسی کتابوں کی تدوین کے لئے ضرورت ہے مقدس اور عالم باعمل بزرگوں کی۔ مگر جب یہ کام سر ہی آپڑا تو راقم الحروف نے حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور اُن کے صحابہ اور حضرت بلالؓ کا پورا ادب و احترام ملحوظ رکھا اور حتی الوسع بغیر وضو ایک حرف نہیں لکھا۔ مگر ایسے ظاہری غسل و وضو سے کیا ہوتا ہے۔ جب تک دل کا زنگ دور نہ ہو۔ کسی عقیدت مند شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

راقم الحروف نے اِس کتاب کی تالیف کے لئے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی اکثر سوانح عمریاں اور حالات صحابہ کے متعلق بیسیوں کتابیں دیکھ ڈالیں۔ مگر حضرت بلال رضؓ کے متعلق کوئی مفصل کیفیت کہیں نظر نہ آئی۔ متفرق مقامات پر ایک آدھ سطر میں سرسری طور سے اِن کا تذکرہ ضرور پایا گیا۔ مگر یہ اوس اِس قابل نہیں تھی۔ جس سے پیاس بجھ سکتی۔ اِسی اثنا میں ہمارا خیال مشہور اسلامی مورّخ علامہ ابن اثیر جرزی کی کتاب "اسد الغابہ" کی طرف منتقل ہوا۔ جس کے کئی ہزار صفحات کئی ہزار صحابہ کے حالات پر مشتمل ہیں۔ الحمد للہ کہ یہ ضخیم و حجیم کتاب تھوڑی سی کوشش سے دستیاب ہوگئی۔ اور ہم نے سب سے پہلے (ب) کی ردیف نکال کر حضرت بلال رضؓ کے حالات دیکھے۔ مگر ہماری مایوسی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب ہم نے اس میں بھی پانچ چھ صفحہ سے زیادہ بلال رضؓ کے متعلق کچھ نہ دیکھا۔ لیکن ہم نے ہمت نہیں ہاری اور اسد الغابہ کی پہلی جلد کا بالاستیاب مطالعہ شروع کردیا۔ اِس اہتمام خاص سے کتاب دیکھنے کا یہ نتیجہ ہؤا کہ مختلف صحابہ کے حالات میں حضرت بلال رضؓ کا مختصر تذکرہ بھی نظر سے گذرنے لگا۔ جس کی ہم ایک علیحدہ کاغذ پر یادداشت لکھتے گئے۔ مگر چونکہ حضرت بلال رضؓ رسول اللہ صلعم کے موذن تھے۔ اور نماز کا اہتمام اِن سے متعلق تھا۔ اِس لئے کتب احادیث و سیر میں کثیر روایات جن کے راوی مختلف صحابی ہیں۔ اِس مضمون کی موجود ہیں۔ کہ جب فلاں نماز کا وقت آیا۔ تو حضرت بلال رضؓ نے اذان کہی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے۔ کہ جو شخص رسول اللہ کی زندگی میں متواتر دس گیارہ برس تک اذان دینے کی خدمت پر مامور رہ چکا ہو۔ (کیونکہ اذان کی

ابتدا [illegible] سنہ میں ہوئی تھی۔ اور [illegible] سنہ تک یعنی تا زمانہ حیات سرورِ کائنات تک حضرت بلالؓ نے اِس کا سلسلہ برابر جاری رکھّا) اُس نے اِس مدت میں ہزاروں مرتبہ اذان کہی ہوگی۔ اور ہزاروں مرتبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہوگی۔ اِس لئے ایسی روایات کی کثرت متوقع نہیں۔ اسد الغابہ میں بھی حضرت بلالؓ کے متعلّق بیسیوں جگہ ایک ہی مضمون کی تکرار اور ایک ہی بات کا اعادہ کیا گیا ہے۔ اِس میں شک نہیں۔ کہ اگر یہ سب روایات ایک جگہ فراہم کردی جائیں۔ تو کتاب کا حجم بہت کچھ بڑھ سکتا تھا۔ لیکن ایک ہی قسم کا تذکرہ اگرچہ اُس کا تعلق عبادت ہی سے کیوں نہ ہو عموماً زیادہ دلچسپ نہیں سمجھا جاتا۔ اِس لئے ایسی تمام روایات قصداً قلم انداز کردی گئیں۔ اور صرف اِنہیں اذانوں اور نمازوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے کسی قسم کی خصوصیت و غرابت رکھتی تھیں۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ بہ روایات مختلف حضرت بلالؓ کی عمر وفات کے وقت ۶۰ سال سے کچھ اوپر بیان کی جاتی ہے۔ اِن کی عمر کا دو تہائی حصہ (۴۰ سال) جاہلیت میں گذرا۔ اِسلام میں اِن کی تاریخ ۱ سنہ* ہجری سے شروع ہوتی ہے۔ جبکہ اُنھوں نے قبول اسلام کے بعد اذان کہنی شروع کی۔ اگر اِن کی وفات ایک روایت کے مطابق ۲۰ سنہ ہجری میں صحیح سمجھ لی جائے۔ تو اِس حساب سے اِن کی اسلامی زندگی ۲۰ سال سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اِس زمانہ کا نصف سے زیادہ حصہ بھی عموماً ایک ہی قسم کے کاموں یعنی نماز و اذان وغیرہ میں بسر ہوا یہ بھی ایک خاص وجہ ہے۔ کہ بلالؓ کے حالات اسلامی تاریخوں میں محدود و مختصر پائے جاتے ہیں۔

---

* اگرچہ حضرت بلالؓ اِس سے بہت پہلے مُسلمان ہو چکے تھے ۱۲

حضرت بلال رضؓ کا عہدِ حیات دو حصّوں پر منقسم ہے۔ پہلے حصّہ کا تعلق حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک تک ہے۔ اِس میں حضرت بلال رضؓ کے مشاغل زیادہ تر نماز و اذان وغیرہ کے متعلق پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ اُس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات وغیرہ میں بھی شریک ہوتے رہے۔ لیکن اِن کا منصبی کام وہی اذان کہنا اور نماز کا اہتمام کرنا تھا۔ ویسے جنگ کے متعلق بھی اُنہیں جس کام کا حکم دیا جاتا تھا۔ اُس کی بخلوص دل تعمیل کر دیا کرتے تھے؛

دوسرا حصّہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ جو حضرت بلال رضؓ کے لئے نہایت یاس و اندوہ کا زمانہ تھا۔ مدینے کے وہ گلی کوچے جن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم گشت فرمایا کرتے تھے۔ اور جو بلال کے نزدیک باغ جناں پر بھی ترجیح رکھتے تھے اب عارضی طور پر بے رونق نظر آنے لگے۔ مسجد کا وہ صحن جہاں بیٹھ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صحابۂ عظام سے باتیں کیا کرتے تھے۔ بلال رضؓ کی نگاہوں کے سامنے رنج و ملال کے گوناگون مناظر پیش کرتا تھا۔ وہ منبر جس پر استادہ ہو کر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ بلال رضؓ کی وحشت اور بے چینی بڑھانے کا آلہ بن گیا تھا۔ غرض ہر وہ چیز جو رسول اللہؐ کی یادگار تھی۔ حضرت بلال رضؓ کے لئے وجہ اندوہ و حسرت بن گئی۔ اور اُن کے قلب پر ایسا صدمہ طاری ہوا کہ اذان کہنے کے بھی ہوش و حواس نہ رہے فی الحقیقت رُسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات نے بلال رضؓ کی کتاب زندگی کا ورق ہی اُلٹ دیا تھا۔ یوں تو وصال رسالت مآبؐ سے عموماً ہر مسلمان کم و بیش متاثر ہوا۔ لیکن بلال رضؓ نے اِس کو جس شدت سے محسوس کیا۔ اُس کی نظیر غالباً مشکل

ہی سے مِل سکے گی۔ حضرت بلالؓ رسول اللہؐ کے بعد وفورِ غم کے باعث مدینہ منوّرہ میں ایک منٹ بھی نہ ٹھہرنا چاہتے تھے۔ لیکن ہر مسلمان خلیفۂ وقت کی متابعت ضروری سمجھتا تھا۔ اِس لیئے حضرت بلالؓ کو بھی حضرت ابوبکر صدیق سے اجازت لینے کا انتظار کرنا پڑا۔ اور ایک روز مناسب موقع پر اُنھوں نے اپنا عندیہ جانشین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اِن الفاظ میں ظاہر کیا۔ کہ "میں نے رسول اللہؐ سے سُنا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ جملہ اعمال سے بہتر ہے۔ اِس لیئے مجھے شام کی طرف جانے کی اجازت دی جائے۔ تاکہ میں بھی جہاد میں شریک ہو کر وہ ثواب حاصل کر لوں۔ جس کی رُسولُ اللہؐ نے خصوصیّت سے تعریف فرمائی ہے"۔ یہی درخواست حضرت عمرؓ سے بھی اُن کے عہد خلافت میں کی گئی جو بمشکل منظور ہوئی۔ اور حضرت بلالؓ بغرمِ جہاد شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور چند سال تک خوب دادِ شجاعت دیتے رہے۔ لیکن مشکل یہ ہے۔ کہ خاص طور پر حضرت بلالؓ کے حالات اِس سلسلہ میں بھی کم پائے جاتے ہیں۔ اِس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ جملہ صحابۂ عظام اِس امر کو بخوبی محسوس کرتے تھے۔ کہ بوجہ صدمۂ وفات سرورِ کائنات حضرت بلالؓ کی حالت خاص ہمدردی کی مستحق ہے۔ اِس لیئے وہ اِن سے جنگ میں کوئی بڑا اور کڑا کام نہیں لیتے تھے۔ بلکہ عام مجاہدین میں شامل رکھتے تھے۔ لیکن حضرت بلالؓ کو بذاتِ خود کارہائے نمایاں انجام دینے کا دلی شوق تھا۔ اور بعض اوقات وہ اپنے سپہ سالار کو خدا اور رُسولؐ کی قسمیں دے دے کر مجبور کر دیا کرتے تھے۔ کہ فلاں خدمت میرے ہی سپرد کی جائے۔ اگرچہ وہ کام حضرت بلالؓ کے مناسب حال نہ ہوتا تھا۔ لیکن

شام کے علاقہ میں ایک موقع پر رومیوں کے بادشاہ قسطنطین نے مسلمانو
کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ اپنے کسی معزز سردار کو گفت وشنید کے لئے
روانہ کریں۔ اُس وقت حضرت عمرو بن العاص رضؓ مجاہدین کے سرِ لشکر تھے
اُنہوں نے مجاہدین سے پوچھا کہ تم میں سے یہ خدمت کون انجام دے گا۔
تو حضرت بلال رضؓ فوراً آگے بڑھ کر بول اُٹھے۔ کہ یہ کام میرے سپرد کیا جائے
اس کو میں انجام دونگا۔ لیکن حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے فرمایا کہ اے! بلال رضؓ تم
بوجہ صدمۂ مفارقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بہت شکستہ دل ہو شاید
اِس کام کو خوش اسلوبی سے انجام نہ دے سکو۔ اِس لئے تمہارا جانا ٹھیک
نہیں معلوم ہوتا۔ مگر حضرت بلال رضؓ نے سخت اصرار کیا۔ اور قسمیں دے کر حضرت
عمرو بن العاص کو اپنی روانگی پر مجبور کر دیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ بلال رضؓ نے اخیر
وقت تک مسلمانوں کا ساتھ نہیں چھوڑا اور کسی سخت سے سخت کام سے
کبھی جی نہیں چرایا ✦

راقم الحروف کو اِس کتاب کے لئے بیسیوں کیا بلکہ سیکڑوں کتابیں دیکھنی
پڑیں۔ مگر اِن میں جو کچھ تھا۔ وہ قریباً سب کا سب "اُسد الغابہ" ہی کے
مختلف صفحات پر نکل آیا۔ اِس لئے حضرت بلال رضؓ کے حالات کا زیادہ
حصہ اِسی ضخیم و جسیم کتاب سے اخذ کیا گیا ہے۔ البتہ حضرت بلال رضؓ کی لڑائیوں
کے حالات "مغازی الرسول" اور "فتوح الشام" وغیرہ سے لئے ہیں۔
غرض "سیرۃ بلال" کی تکمیل میں اپنی طرف سے خاص کوشش کی گئی ہے۔
لیکن جیسا کہ پہلے ظاہر کیا جا چکا ہے۔ میں اپنی محدود علمی قابلیت کی وجہ
سے اِس کام کا اہل نہیں۔ بلکہ یہ کسی زبردست عالم و فاضل کا کام تھا۔
اِس لئے ممکن ہے۔ کہ کتاب ہذا میں بہت سی خامیاں اور کوتاہیاں رہ

گئی ہوں۔ اہل نظر کی خدمت میں گذارش ہے۔ کہ وہ مجھے فروگزاشتوں سے مطلع فرمائیں۔ تاکہ طبع ثانی کے موقع پر اصلاح و درستی کردی جائے اور جو صاحب اس کتاب سے محفوظ و مستفید ہوں۔ وہ خاکسار مولفؔ اور اس کے پبلشر کو دعائے خیر سے فراموش نہ کریں۔

آخر میں دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہر مسلمان کو حضرت بلالؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

جھنجھانہ ضلع مظفر نگر

یکم شوال سنہ ۱۳۳۵ھ

خاکسار

وجاہت حسین

حضرت بلالؓ

اور

ڈاکٹر اقبال
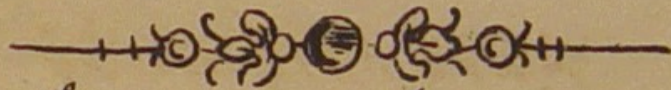
چمک اُٹھا جو ستارہ ترے مقدر کا — حبش سے تجھ کو اٹھا کر حجاز میں لایا

ہوئی ہے اِس سے ترے غمکدے کی آبادی — تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

وہ آستاں نہ چھٹا تجھ سے ایک دم کیلئے — کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کیلئے

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں — ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

ستم ہے شوق کی آتش کو مثل موجِ ہوا
خدا بھلا کرے آزار دینے والوں کا

نظر تھی مثل سلماںؓ[1] ادا شناس تری — شراب دید سے بڑھتی تھی اور پیاس تری

تجھے نظارے کا مثل کلیم سودا تھا — اویسؓ[2] طاقتِ دیدار کو ترستا تھا

مدینہ تیری نگاہوں کا نور تھا گویا — ترے لئے تو یہ صحرا ہی طور تھا گویا

تیری نظر کو رہی دید میں بھی حسرتِ دید
خنک دلے کہ تپید و دمے نیا سائید

۱؎ حضرت سلمان فارسیؓ ۱۲ — ۲؎ حضرت اویس قرنیؓ ۱۲

تیرے نصیب کا آخر چمک گیا اختر | علیؓ کے سینے میں جو راز تھا کھلا تجھ پر
گری وہ برق تری جاں ناشکیبا پر | کہ خندہ زن تری ظلمت تھی دستِ موسیٰ پر

تپش ز شعلہ گرفتند و بر دلِ تو زدند
چہ برق جلوہ بخاشاکِ حاصلِ تو زدند

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری | کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
نمازِ عشق حسین حجاز ہے گویا | یہی نماز خدا کی نماز ہے گویا
اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی | نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

خوشا وہ وقت کہ یثرب مقام تھا تیرا
خوشا وہ روز کہ دیدار عام تھا تیرا
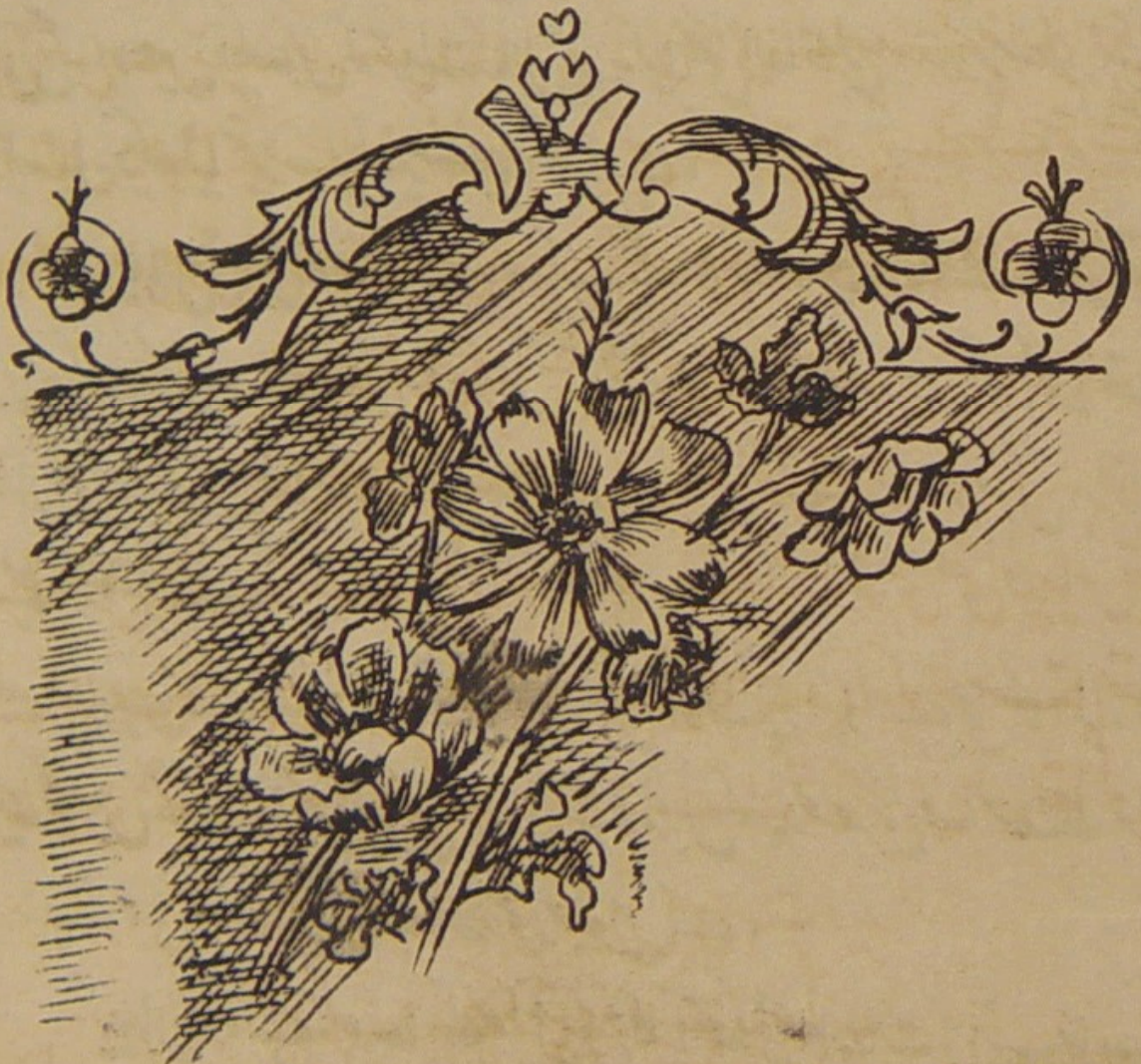
لوحِ مزارِ حضرت بلال رضؓ

اے وہ جس کے آنکھیں نہیں ہوتیں۔ مگر چشمِ محبت کہلانے کو موجود
جو عقل و ہوش کی بینائی کے لئے نیل کی سلائی لیکن سرمۂ بصارت و بصیرت
کے نام سے مشہور، میں تیری آنکھ کے اسم بے نشانی سے اپنے عشق کی
بسم اللہ شروع کرتا ہوں۔ مجھ کو ع۔ ش۔ ق کی ابجد پڑھا۔ اور ازل و ابد کے
محیط مکتب میں جگہ دے،

حرفِ عین کے بعد غیریت کا غین سامنے نہ لا۔ شوریدگی شین میں پہنچا۔
قندِ قاف کی مٹھاس چکھا تاکہ نمکینی و شیرینی کے ذائقے لذت عبدیت مرحمت
کریں۔ اور میں دیکھوں کہ تربت بلالؓ پر یہ کیا مخفی الفاظِ لوح مستور پر مسطور ہیں۔
دیکھ لیا۔ دیکھ لیا۔ پڑھ لیا۔ پڑھ لیا۔ لکھا ہے،

"یہ بلالؓ حبشی کا مرقد ہے۔ جو ایک کے غلام اور سب کے آقا تھے۔ اس قبر
میں ایک کالی مورت سوتی ہے جس نے سب کالے گوروں کو جگایا تھا۔
یہاں ایک مؤذن آرام کرتے ہیں۔ جن کی یاد میں دنیائے اسلام کی ہر اذان
بے آرام ہے،

اس خاک کے ڈھیر کو جس پر ریشمی غلاف پڑا ہوا ہے مٹی کا انبار نہ
سمجھ کہ اس کے اندر اکسیر کی چٹکی مدفون ہے۔ اس گنبدِ مختصر کی جسامت ظاہری
پر نہ جا کہ اسی آنکھ کی پُتلی کے اندر نور بطون ہے،

یہاں وہ ہے۔ جو خدا کے مزملؐ کو جگاتا تھا۔ پچھلی رات کی چپ چاپ
اندھیریوں میں نعرۂ اللہ اکبر لگاتا تھا۔ شب تار کے سناٹے اسی کی صدائے

...بیدار ہو کر ذکر کرتے ہوئے اپنے گھر جاتے تھے۔ صبح صادق کا نور اسی کے دیدار کی خاطر نمودار ہوتا تھا۔ روشن ستاروں کی صفیں ھُوُ سے درہم برہم ہوتی تھیں،

یہاں وہ کفن کی چادر تانے پڑا سوتا ہے۔ جس کی آنکھیں آنکھ والے کو دیکھتی تھیں۔ جس کی توتلی زبان کسی فصیح و بلیغ کی شیریں گفتاری سے ہمکلام ہوتی تھی۔ جس کو یا بلالؓ کہا جاتا تھا۔ جو اشہد ان ٥ رسول اللہ کے درمیانی نقطہ کو نظروں کے سامنے پاتا تھا۔ جو نماز میں اپنے آگے ایک امام کو دیکھتا تھا۔ وہ امام جو اُمّ کے دل نہ جان کا امام تھا۔ دولتِ ایمان کا امام تھا۔ دونوں جہاں کا امام تھا،

اس قبر میں وہی بلالؓ ہیں۔ جنھوں نے زلفوں والے حُسنؑ حسینؑ کو دیکھا۔ یتیم پیارے علیؓ ولی کو نین کو دیکھا۔ جنھوں نے صدیق اکبرؓ کی پیوند لگی کملی دیکھی۔ جن کی نظروں سے جلال فاروقؓ گذرا۔ جو شرمیلے عثمان غنیؓ کے ہم جلیس رہے،

یہی وہ بلالؓ ہیں۔ جن کے سینے پر مدینہ کے ایک شکاری تیر انداز نے ایسا تیر چلایا کہ مرتے دم تک اُس کی نوک کھٹکتی رہی۔ اور کسی طرح نہ نکلی۔ یہ اُسی غریب کُشتہ ناز و ادا کی تربت ہے جس کو لاوارثا دیکھ کر ہاشم کی اولاد میں کسی شخص نے برچھی مار کر گرا لیا۔ ابوجہل اور ابولہب جیسی سونے کی چڑیاں چھوڑ کر بیچاری کوئل کو دام میں پھنسا لیا۔ جو موسم برسات کاٹنے اس باغ میں آئی تھی۔ اور ابر کی بہاریں دیکھ کر کچھ دن رہنے کی ٹھیر ائی تھی۔ اسے خبر نہ تھی۔ کہ اس دیس میں مسافروں کو دام گیسو میں اسیر کر لیا جاتا ہے۔ وہ کیا جانتی تھی۔ کہ ان ڈالیوں میں شہباز چھپا بیٹھا ہے،

دیکھو اِس گھر میں ایک عاشق مجبور کی لاش رکھی ہے جس کو قاتل نیم بسمل کرکے اپنے گھر چلا گیا۔ جس کے سسکتے تڑپنے پر اُس کو ترس نہ آیا۔ اُس کو خنجروں سے حلال کیا ہے۔ اِس پر تلواریں چلائی گئی ہیں۔"

اِس مقتول سے نہ پوچھو۔ یہ اب بھی اُسی ہاشمی کا کلمہ پڑھے جاتا ہے اِس کا دم اب تک اُسی جوان مست پر نکلا جاتا ہے۔ اِس کو اب بھی یہی آرزو ہے۔ کہ دو چار ہاتھ اور پڑتے۔ وہ اپنی ساری جوان مستی مجھی پر آزماتے مگر انصاف یہ ہے۔ کہ رفیق اعلیٰ نامی اِس کا کوئی رقیب ہے۔ جس پر وہ ہاشمی جوان مست فریفتہ ہے۔ اور رفیق اعلیٰ اُس پر شیفتہ ہے رفیق اعلےٰ کا پیام آیا۔ ذرا آنا جی۔ مُکھڑا دکھانا جی۔ اور یہ جوان مست آنکھیں بند کرکے سدھا اُس کی طرف ہولیا۔ پیچھے مڑکر نہ دیکھا کہ کتنے پروانے دم توڑ رہے ہیں۔"

آج کوئی نہیں جو اِس فرقت نصیب بلال رضؓ کے زخموں پر مرہم کی پٹی رکھے یا دو میٹھے بول کیف انت یا بلال رضؓ کہکر دل کو ڈھارس دے۔"

اِس لئے یہ لوح یہاں دمشق میں لگائی گئی ہے۔ کہ اِس ہاشمیؐ کے گھر کا راستہ یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ پس جو لوگ سُن سُنا کر اور شہرۂ حُسن پاکر اِس کی ہوس دید میں گھر سے نکلے ہوں۔ اُن کو آگاہ ہونا چاہئے۔ کہ ذرا سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیں۔ اور جو اِس مزار والے بلال رضؓ پر گذری ہے۔ اُس کو دل سے نہ بھُلائیں۔"

آگے بڑھ کر بے شمار کمندیں بچھی ہوئی ہیں۔ جن میں پھنسنے کے بعد عمر بھر کی آزادیاں چھن جاتی ہیں۔ واللہ پانی بھی نہیں ملتا۔ پر بھی کتر دیئے جاتے ہیں۔ حلقۂ غلامی بھی پہنا دیا جاتا ہے۔ ہاشمیؐ کے تیروں سے بچنا۔

ہے ... کی کرتے زخموں پر نمک پاشی کرتا ہے اسکے
سامنے نہ ہونا۔ آنکھ ملاتے ہی دل چھین لیتا ہے ؛

یہ نوشتہ ہے اُن لوگوں کے لئے۔ جن کو بلالؓ کی طرح خاک و خون
میں لوٹنے کا۔ آتش فرقت میں جل کر خوش ہونے کا۔ نظر مست کی نہایت
نشیلی۔ اور گنہگار بنانے والی شراب پینے کا شوق نہیں ہے۔ اُمید ہے۔ کہ
وہ اِس لوح کو دیکھ کر سیدھا سادہ فرض زیارت ادا کر کے چلے آئیں گے
اور خواہ مخواہ اپنی اچھی جان کو روگی نہ بنائیں گے۔ ورنہ اختیار ہے۔ جس
کے جی میں بلالؓ کی مانند اِن افتادوں کی برداشت کرنے کی ترنگ
ہے۔ تو بسم اللہ۔ اِس لوح کو پڑھ کر پہلے جیب کی دولت خالی کریں۔
پھر دل کی تھیلی سے دوسرے سکے نکالکر پھینک دیں۔ اِس کے بعد گریبان
چاک کریں۔ اور کلیجہ تھام کر دمشق سے حجازی ریل میں قدم رکھیں ؛
پہلے اُن کو مدینہ ملے گا۔ پھر باب السّلام آئے گا۔ پھر نقرئی دام
کا اُلجھاؤ ہے۔ پھر جو پیش آتا ہے اُس کو میں کیا بتاؤں کہ لوح سنگ ہول
اُس کو تم ہی جانو گے۔ یا وہ جو تمہاری مثل مستانہ و دیوانہ ہے۔ اور بس ؛

(حسن نظامیؔ)

مساوات اسلامی

از

شبلی نعمانی
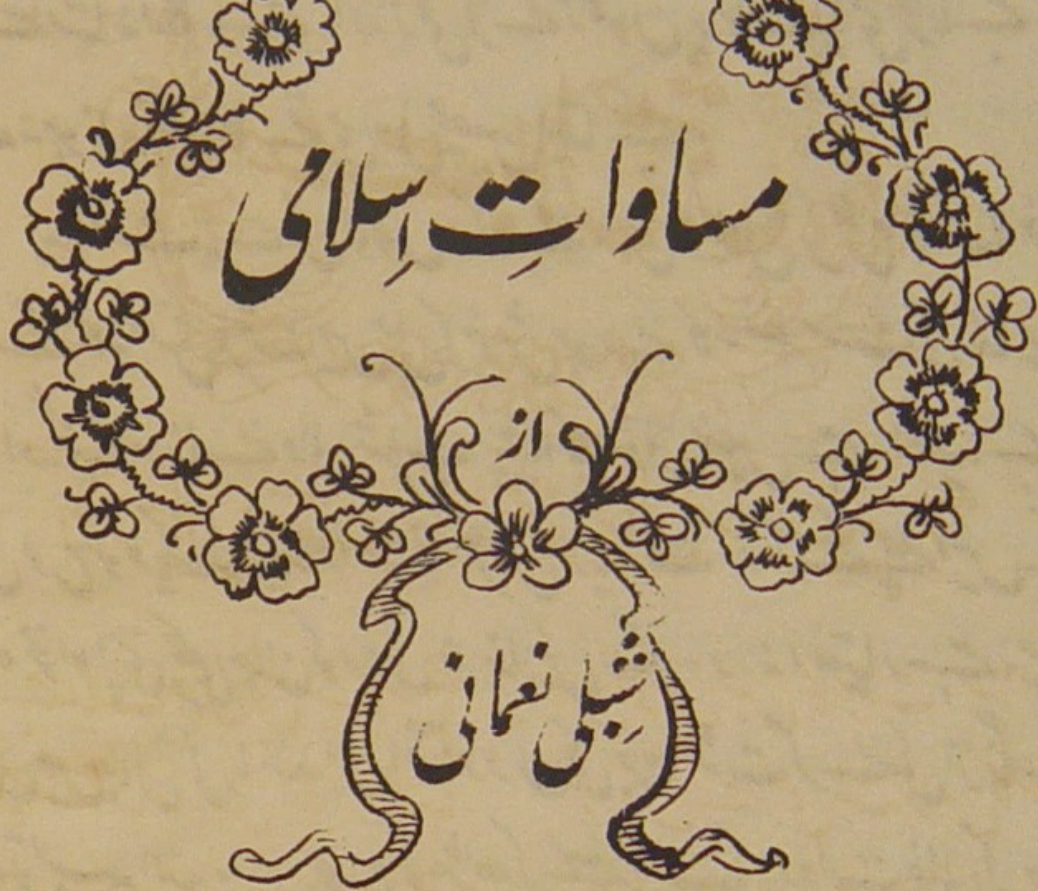
بارگاہ نبوی کے جو موذن تھے بلالؓ
کرچکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر

جب یہ چاہا کہ کریں عقد مدینہ میں کہیں
جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھل کر

ہوں غلام ابن غلام اور ہوں حبشی زادہ
یہ بھی سن لو کہ مرے پاس نہیں دولت و زر

ان فضائل پہ مجھے خواہش تزویج بھی ہے
ہے کوئی جس کو نہ ہو میری قرابت سے حذر؟

گردنیں جھک کے یہ کہتے تھے کہ دل سے منظور!
جس طرف اس حبشی زادہ کی اٹھتی تھی نظر!

عہد فاروق میں جس دن کہ ہوئی ان کی وفات
یہ کہا حضرت (فاروق) نے بادیدۂ تر

اٹھ گیا آج زمانے سے ہمارا آقا!
اٹھ گیا آج نقیب چشم پیغمبر!

اس مساوات پہ ہے معشر اسلام کو ناز!
نہ کہ یورپ کی مساوات کہ ظلم اکبر

حضرت بلال حبشیؓ

از ترجمانِ حقیقت ڈاکٹر محمد اقبال صاحب ایم۔اے

لکھا ہے ایک مغربی حق شناس نے
اہل قلم میں جس کا بہت احترام تھا

جولانگہ سکندر رومی تھا ایشیا
گردوں سے بھی بلند تر اِس کا مقام تھا

تاریخ کہہ رہی ہے کہ رومی کے سامنے
دعویٰ کیا جو پورس و دارا نے خام تھا

دُنیا کے اِس شہنشہ انجم سپاہ کو
حیرت سے دیکھتا فلک نیل فام تھا

آج ایشیا میں اُس کو کوئی جانتا نہیں
تاریخ دان بھی اسے پہچانتا نہیں

لیکن بلالؓ وہ حبشی زادۂ حقیر
فطرت تھی جس کی نور نبوّت سے مستنیر

جس کا امیں ازل سے ہوا سینۂ بلالؓ
محکوم اِس صدا کے ہیں شاہنشہ و وزیر

ہوتا ہے جس سے اسود و احمر میں اختلاط
کرتی ہے جو غریب کو ہم پہلوے امیر

ہے تازہ آجتک وہ نوائے جگر گداز
صدیوں سے سُن رہا ہے جسے گوش چرخ پیر

اِقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

حضرتِ بلالؓ

(از جناب سید عاشق حسین صاحب سیماب اکبرآبادی)

اے بلالِ زار اے سرگشتۂ الفت بلالؓ — جانتے ہیں ہم رسول اللہ کا پیارا ہے تو
عینِ چشمِ مصطفےٰ ہے تیری عینیت بلالؓ — اے سویدائی، ہماری آنکھ کا تارا ہے تو

گرچہ تھا خاکِ حبش سے تیرے پیکر کا خمیر — کھینچ لائی تجھکو لیکن خاکِ بطحا کی کشش
کر دیا روشن نصیبی نے تجھے روشن ضمیر — تیری سودائی بنی نورِ سویدا کی کشش

دی اذاں جبتک نہ تو نے مسجدِ سرکار میں — کی ملائک نے ادا کب سقفِ گردوں پر نماز
تیری وقعت اے مؤذن تھی بڑی دربار میں — جس کا تو بندہ ہے کہتے ہیں اُسے بندہ نواز

وہ یہودی کے ستم، وہ دھوپ وہ سنگِ گراں — وہ زمینِ گرم پر تیری فغانِ "یارسول"
تیری خاموشی بھی تھی تیری محبت کی زباں — تیرا اخلاصِ دلی تھا ترجمانِ "یارسول"

گو کہ مظلومی سے تیرا حال تھا بگڑا ہوا — تھا مگر دل میں ترے جوشِ تولائے نبیؐ
ظالموں نے ظلم بھی تجھ پر کئے تو کیا ہوا — تیری حامی بن گئی آخر تمنائے نبیؐ

اے غلامِ بارگاہِ خسروِ شام و حجاز — فخر میں رتبہ ہے تیرا بادشاہوں سے سوا
تو نے سیکھے فقر میں سب عشق کے راز و نیاز — بانکپن میں بڑھ گیا تو کجکلاہوں سے سوا

تجھ سے ہی ہم رنگ ہیں علمانگی لیلیٰ کا کلیں		تو سوادِ سرمۂ دنبالہ دارِ حور ہے

تو تلے پن میں بھی تیرے اک نرالی بات تھی		کیف زا تیری زبان پر فرقِ شین و سین تھا
بادۂ تشہید میں سرشار تیری ذات تھی		ہم سمجھتے ہیں ارے تو عاشقِ "یسین" تھا

اے منادیٔ شریعت، اے ندائے معرفت		لہجۂ مستانہ پنہاں تھا تری آواز میں
تجھ سے وابستہ تھی احیائے صلائے معرفت		سحر زندہ تھا ترے الفاظ کے انداز میں

"اشہد ان محمد" جب تو کرتا تھا ادا		جانبِ ختمِ رسل انگلی اٹھا دیتا تھا تو
اس سے بہتر اور تکمیلِ شہادت ہو گی کیا		"یہ ہے وہ محمود پیغمبر" بتا دیتا تھا تو

تو جو آیا مضطرب بعدِ وفاتِ مصطفےٰ		پھر کیا لوگوں نے تجھ کو آہ! مجبورِ اذان
گر پڑا تو نام لے کر سیدِ ابرار کا		حشر برپا کر گیا کونین میں صورِ اذان

سیدِ کونین کی الفت میں او محوِ خیال		کم سے کم کوئی محبت آشنا اتنا تو ہو
نام لیتے ہی کیا خود کو فنا تو نے بلالؓ		آہ! کوئی جان نثارِ مصطفےٰ اتنا تو ہو

اے غلامِ شاہ! اک دنیا ہے اب تیری غلام		تجھ پہ صدقے ہیں مسلمان اے پرستارِ رسولؐ
حشر تک پہنچیں کروڑوں ہر گھڑی تجھ پر سلام		منتظر ہے آج تک تیرا ہی مینارِ رسولؐ

از مولٰنا وجاہت حسین صاحب وجاہت

بدر اچھا ہے فلک پر نہ ہلال اچھا ہے
چشمِ بینا ہو تو دونوں سے بلالؓ اچھا ہے

عاشقِ روئے محمدؐ کا جمال اچھا ہے
ماہ کیا مہر سے بھی حسنِ بلالؓ اچھا ہے

پوچھنے والوں سے کہتے تھے مصیبت میں بلالؓ
بندۂ عشقِ نبیؐ ہوں مرا حال اچھا ہے

حبشی و حلبی کی نہیں کچھ بھی تخصیص
بشر اچھا ہے وہی جس کا مآل اچھا ہے

جنسِ اسلام کو دیکھا تو یہ بول اُٹھے بلال
سارے بازارِ عرب میں یہی مال اچھا ہے

ایک صف میں نظر آتے ہیں ایاز و محمود
دینِ کامل میں خدا کے یہ کمال اچھا ہے

مانگ لو سرورِ عالمؐ کو کہ عالم مل جائے
سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے

دب گئے رُعب میں جتنے تھے قریشی سردار
کملی والےؐ کا مگر جاہ و جلال اچھا ہے

کہتے تھے گیسوئے حضرتؐ کے تصور میں بلالؓ
میرے آئینۂ دل میں بھی یہ بال اچھا ہے

اللہ اللہ رے بلالِ حبشیؓ کی توقیر
اچھی تقدیر ہے اچھوں کا خیال اچھا ہے

جس میں مبعوث ہوئے فخرِ رسل ختمِ رسلؐ
وہ گھڑی اچھی وہ دن اچھا وہ سال اچھا ہے

بدر کی جنگ میں خوش ہو کے یہ کہتے تھے بلالؓ
ہو گیا قتل اُمیّہ یہ جدال اچھا ہے

مُنہ لگایا ہے غلامانِ نبیؐ نے جس کو
جامِ جمشید سے وہ جامِ سفال اچھا ہے

عشقِ حضرت میں نکلتے رہیں آنسو ہر دم — چشم بد دور یہ آنکھوں کا ابال اچھا ہے

خوبرویانِ جہاں سے اُسے کچھ کام نہیں — چشمِ مجنوں میں تو لیلےٰ کا جمال اچھا ہے

اِک جھلک دیکھتے ہی پیر و جوان بول اُٹھے — مہر و مہ سے بھی مدینے کا ہلال اچھا ہے

جس کا دُنیا سے تعلق ہو بُری ہے وہ خوشی — اور جو عقبیٰ کے لئے ہو وہ ملال اچھا ہے

دور اسلام سے کر دے جو مُسلماں کو — ایسی دولت ہے بُری اُسکا زوال اچھا ہے

فکر فردا میں نہ گھُل آج وجاہت ناحق
نورِ ایمان جو ہے دل میں تو مآل اچھا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اذان کی ابتدا

اور

حضرت بلالؓ سے اُس کا تعلق

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

اللہ اکبر! کیا پُر تاثیر جملے ہیں۔ اور کیسی شان و عظمت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ الفاظ و کلمات سُن کر صحابۂ عظامؓ اپنا سب کاروبار چھوڑ دیتے تھے۔ اور ہمہ تن نماز کی تیاری میں مصروف ہو جاتے تھے۔

مستحب ہے۔ کہ اگر کوئی مسلمان چلنے کی حالت میں اذان سُنے تو فوراً ٹھہر جائے۔ اور جب تک اذان ختم نہ ہو اذان کا جواب دینے کے سوا اور کوئی کام حتّیٰ کہ سلام بھی نہ کرے۔ اور سلام کا جواب بھی نہ دے۔ بلکہ اگر

قرآنِ مجید کی تلاوت کرتا ہو۔ تو اسے بھی موقوف کر دے ٭
کتنے مُسلمان ہیں۔ جو اِس حکم پر عمل کرتے ہیں ؟
چونکہ اذان کا حضرت بلالؓ سے خاص تعلق ہے۔ اِس لئے جب تک اذان کے متعلق کسی قدر تفصیل سے نہ لکھا جائے گا۔ حضرت بلالؓ کے سوانحِ عمر نامکمّل رہیں گے ٭

اذان کی ابتدا مدینہ منوّرہ میں ۱ھ ہجری سے ہوئی۔ اگرچہ نماز اِس سے پہلے بھی پڑھی جاتی تھی۔ مگر اُس کے لئے اذان کا ہونا ضروری نہ تھا۔ کیونکہ مُسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ اِس لئے وہ ہر نماز کے وقت خود ہی ایک جگہ فراہم ہو کر نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔ مگر جب مدینہ منوّرہ میں اسلام کفر پر غالب آنے لگا۔ اور بُتوں کی خدائی کا زمانہ ختم ہو چکا۔ اور کلمہ گویان خدا و رسُولؐ کی تعداد یوماً فیوماً بڑھتی گئی۔ تو امن و امان سے ارکان اسلام کی تعمیل ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ جمعہ اور جماعت نے رواج پکڑا۔ اِس حالت میں اِس امر کی ضرورت پیش آئی کہ مُسلمانوں کو نماز کا وقت آنے اور جماعت قایم ہونے کی باقاعدہ اطلاع دی جایا کرے۔ تاکہ وہ مقاماتِ قریب و بعید سے جماعت کے لئے وقت پر مسجد میں آسکیں۔ اِس غرض کی تکمیل کے لئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلّم نے اپنے اصحاب کی مجلس شورےٰ منعقد فرمائی اور اُس میں اِس مسئلہ کو پیش کیا۔ بات کسی قدر غور طلب اور مُسلمانوں میں دستور العمل قرار پانے والی تھی۔ اِس لئے صحابۂ عظّامؓ نے اِس پر اپنی اپنی سمجھ اور لیاقت کے مطابق پورے حزم و احتیاط سے غوض کیا۔ اور اپنی اپنی رائیں پیش کرنے لگے۔ ایک صحابی نے یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ نماز کے وقت ناقوس پھونک دیا جایا کرے۔ مگر اُس زمانہ میں بھی یہود اپنی عبادت کے

وقت سنکھ بجانے کے عادی تھے۔ اس لئے مسلمان اپنی عبادت کے شعبے میں ایسا طریقہ کیونکر اختیار کر سکتے تھے۔ جس میں غیر مسلموں کی مشابہت پائی جاتی ہو۔ چنانچہ یہ تجویز بالاتفاق مسترد کر دی گئی۔ اس کے بعد ایک صاحب نے یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ عام مسلمانوں کی آگاہی کے لئے آگ روشن کر دی جایا کرے۔ اسے دیکھ کر سب مسلمان جمع ہو جایا کریں گے لیکن یہ تجویز بھی دقت سے خالی نہ تھی۔ اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی منظور نہ فرمایا۔ پھر حضرت عمرؓ نے یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ ایک شخص کیوں نہ معین کر دیا جائے۔ جو وقت پر پکار دیا کرے۔ حضور سرورِ کائنات نے اس رائے کو پسند فرمایا۔ اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ "الصلوٰۃ جامعۃ" پکار دیا کرو۔ چنانچہ کچھ دنوں تک اسی پر عمل ہوتا رہا پھر عبداللہ ابن زید انصاری نے اس طریق پر جو اس وقت رائج ہے خواب میں کسی کو اذان دیتے ہوئے دیکھا۔ حضرت عمر فاروق نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا۔ عبداللہ بن زید نے اپنا خواب پہلے آنحضرت سے عرض کیا۔ اور فوراً ہی حضرت بلال کو اذان کی تعلیم دی گئی +

حضرت بلال ایک دن صبح کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جگانے کو در دولت پر حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے "الصلوٰۃ خیر من النوم" کہا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کو صبح کی اذان میں داخل کر دیا اور بعض روایات میں ہے۔ کہ یہ واقعہ حضرت عمرؓ کے وقت کا ہے اور انہوں ہی نے اس جملہ کو اذان میں داخل کیا تھا۔ اذان اُمّت محمدیہ کے لئے مخصوص ہے۔ اگلی اُمتوں میں نہ تھی۔ اور حضرت بلالؓ مسلمانوں میں پہلے موذن ہوئے +

اذان کے متعلق ایک عیسائی فاضل کی رائے

*مسٹر چیمبر ایک نامور عیسائی فاضل نے اپنی انسائیکلوپیڈیا جلد چھ میں اسلام کا تذکرہ کرتے ہوئے مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے:۔

"موذّن کی آواز جو سادہ مگر نہایت متین و دلکش ہوتی ہے"
"اگرچہ دن کے وقت شہر کے شور و غل میں بھی مسجد کی بلندی سے"
"دلچسپ اور خوش آیند معلوم ہوتی ہے لیکن رات کے سناٹے میں"
"اُس کا اثر اور بھی عجیب طور سے شاعرانہ معلوم ہوتا ہے یہاں تک"
"کہ بہت سے اہل یورپ بھی پیغمبر کو اس امر پر مبارک باد دینے بغیر"
"نہیں رہ سکتے کہ اُس نے انسان کی آواز کو موسائیوں کی تُرہی اور"
"عیسائیوں کے گرجا کے گھنٹے پر ترجیح دی"۔

موذّن کے فضائل

کتب احادیث میں موذّن کے جو فضائل مذکور ہیں۔ اُن میں سے چند ملخصاً درج ذیل کیے جاتے ہیں:۔

(۱) جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہے۔ اِس کے سُننے والے خواہ جن ہوں یا انسان سب قیامت کے دن موذّن کے ایمان کی گواہی دیں گے۔

(۲) رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص سات سال تک برابر اذان دے۔ اور محض ثواب کی نیت رکھے تو اُس کے لیے دوزخ

* تاریخ الاسلام ج۲

(۳) بروز قیامت موذّنوں کی گردنیں اونچی ہونگی - یعنی اِن کا شمار نہایت معزز ومقتدر لوگوں میں ہوگا - اور وہ قیامت کے خوف واذیّت سے مامون رہیں گے ۔

(۴) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے موذّنوں کے لئے دعاے مغفرت فرمائی ہے ۔

(۵) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - کہ انبیا اور شہدائ کے بعد موذن داخل جنّت ہوں گے - بعض احادیث ایسی بھی ہیں - جن میں موذّن کا مرتبہ شہید کے برابر بتایا گیا ہے ۔

(۶) جس جگہ اذان دی جاتی ہے - وہاں خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے اور وہ مقام آفات وبلیاّت سے محفوظ رہتا ہے ۔

(۷) قیامت کے دن موذّنوں کو بھی شفاعت کی اجازت دی جائے گی کہ وہ جس شخص کے لئے چاہیں اللہ تعالےٰ سے سفارش کریں ۔

(۸) حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے - کہ اگر لوگوں کو اذان کے ثواب کا حال معلوم ہو جائے اور پھر اُن کو یہ منصب بغیر قرعہ ڈالے نہ ملے - تو بیشک وہ اِس کے لئے قرعہ ڈالیں مختصر یہ کہ اِس منصب کے لئے سخت کوشش کریں صحابہؓ کے زمانے میں ایسا ہؤا ہے - کہ اذان کے لئے لوگوں میں اختلاف ہوا ہر شخص چاہتا تھا - کہ یہ مبارک منصب مجھے ملے یہاں تک کہ قرعہ ڈالنے کی نوبت آئی ۔

چونکہ اذان اللہ تعالےٰ کے اذکار میں بہت بڑا درجہ رکھتی ہے کیونکہ اِس کے ذریعہ سے توحید ورسالت کی شہادت اعلان کے ساتھ کی جاتی ہے - اِس لئے اس کی جس قدر بھی فضیلت ہو تھوڑی ہے ۔

... جو خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔ ان کا مستحق اگر حقیقی طور پر کوئی موذن ہو سکتا ہے۔ تو وہ یقیناً حضرت بلالؓ ہیں +

حضرتِ بلالؓ کا اسلام

کُتب احادیث و سیر میں اِس مضمون کی اکثر روایات پائی جاتی ہیں۔ کہ جن لوگوں نے مکہ معظمہ میں سب سے پیشتر اسلام ظاہر کیا وہ سات آدمی تھے +

(۱) حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم +

(۲) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ +

(۳) حضرت خباب ابن ارت رضی اللہ عنہ +

(۴) حضرت صہیب رومی ابن سنان رضی اللہ عنہ +

(۵) حضرت بلال حبشی موذن رضی اللہ عنہ +

(۶) حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ +

(۷) حضرت سمیہ والدہ عمار +

لیکن بعض روایتوں میں اِس کے برخلاف کچھ اور نام بھی بیان کئے گئے ہیں۔ جن کا حضرت بلالؓ سے پہلے اسلام لانا ظاہر ہوتا ہے۔ آخر علمائے اُمت نقد و جرح کے بعد اِس نتیجے پر پُہنچے ہیں۔ کہ جوانان احرار میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ ایمان لائے۔ عورتوں میں حضرت خدیجہؓ لڑکوں میں حضرت علیؓ۔ غلامانِ آزاد میں زید بن حارثہؓ اور غلاموں میں حضرت بلالؓ۔ پھر حضرت عثمان۔ حضرت سعد بن ابی وقاص۔ طلحہ۔ زبیر اور عبد الرحمان ابن عوف داخل اسلام ہوئے مسلمانوں کی تعداد یوماً فیوماً بڑھتی رہی +

جنہوں نے اسلام میں سبقت کی۔ اور اِن کا بہترین فیصلہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے۔ چنانچہ حضرت انس سے مروی ہے۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ سبقت کرنے والے چار ہیں میں اہل عرب میں سبقت کرنے والا ہوں۔ صہیبؓ اہل روم میں۔ مسلمان اہل فارس میں اور بلالؓ اہل حبش میں +

پہلے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم دعوت اسلام پوشیدہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آیہ فاصدع بما تؤمر نازل ہوئی۔ یعنی تمہیں جو حکم ہے۔ اُسے صاف طور پر باعلان بیان کرو۔ اِس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام آشکارا شروع کر دی۔ یہ بات کفار پر بہت شاق گذری۔ وہ تو بتوں کی خدائی کے بندے تھے۔ اُنہیں توحید کا وعظ کب پسند آسکتا تھا۔ آخر جب اُنہوں نے بتوں کی مذمّت و اہانت کا حال سُنا۔ تو مُسلمانوں کی جان و مال کے دشمن ہو گئے۔ اور اُٹھتے بیٹھتے ہوتے جاتے۔ اُنہیں طرح طرح کی ایذائیں دینے لگے۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خاندان قریش میں نہایت ممتاز و مقتدر تھا۔ اِس لئے اُن سے کسی کو آنکھ ملانے کی جرات نہ ہوتی تھی۔ خصوصاً کفار آنحضرت کے چچا ابو طالب کے خوف سے تیور بدل بدل کر رہ جاتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی محض اپنی قومی وجاہت اور خاندانی عزّت و شوکت کے باعث کفار کے ظلم و شر سے محفوظ رہے۔ لیکن اُن کے علاوہ جو غریب اور معمولی حیثیت کے آدمی ایمان لائے تھے۔ اُنہیں سخت و شدید مصایب میں مبتلا ہونا پڑا۔ کُفّار ان کو لوہے کی زرہیں پہناتے تھے۔ دھوپ میں لٹاتے تھے۔

پانی بند کر دیتے تھے۔ غرض سبھی کچھ کرتے تھے۔ لیکن وہاں یہ حالت تھی۔ کہ جو شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مرتبہ توحید و رسالت کا اقرار کر جاتا تھا۔ پھر اُس سے منحرف نہ ہوتا تھا۔ انہیں غریب مُسلمانوں میں حضرت بلال رضؓ بھی تھے۔ جنہیں خدائے عزّ وجل کی راہ میں کُفّار کی طرف سے سخت تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت* بلال رضؓ جنابِ آنحضرت سے شکایت کی کہ آپ ہماری مدد کیوں نہیں کرتے۔ اِس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور آپ کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے جو دیندار لوگ تھے۔ اِن کی یہ حالت تھی۔ کہ اِن میں سے ایک شخص کو پکڑ کر زمین میں آدھا گاڑ دیتے تھے۔ اور پھر آرہ لا کر اُس کے سر پر رکھ دیا جاتا تھا۔ مگر یہ کارروائی بھی اُس کو اُس کے دین سے نہ پھیر سکتی تھی۔ کسی شخص کا گوشت لوہے کی کنگھیوں سے چھیل ڈالا جاتا تھا۔ اور وہ کنگھیاں اُس کی ہڈی اور پٹھے تک پہنچ جاتی تھیں۔ مگر وہ چرلا دین پر ثابت قدم رہتا تھا۔ یقیناً اللہ تعالےٰ اِس دین کو کامل کرے گا۔ تم لوگ جلدی کرتے ہو*

اُمیّہ بن خلف کافر قریش میں ایک سردار تھا۔ حضرت بلال اُس کے غلام تھے۔ اور اپنے مالک سے پوشیدہ آنحضرت پر ایمان لے آئے تھے۔ جب اُمیّہ کو اِس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے سخت و شدید مظالم شروع کر دیئے۔ چنانچہ وہ حضرت بلال کو گرم ریت پر لٹا کر چکی کا وزنی پاٹ اِن کی چھاتی پر رکھ دیتا تھا۔ اور کہتا تھا۔ کہ لات و عزّیٰ کی الوہیت کے

* اسد الغابہ تذکرہ حضرت خباب رضؓ ۱۲

... حضرت بلالؓ تکلیف
کی شدت سے بیہوش ہو جاتے۔ مگر جس وقت ہوش میں آتے "اُحد احد"
کہتے۔ یعنی مانتا ہوں۔ ایک ہی خدا کو۔ ایک مرتبہ انہیں اسی قسم کی تکلیف دی
جارہی تھی۔ کہ اُدھر سے ورقہ بن نوفل کا گذر ہوا۔ اُنہوں نے یہ حالت دیکھ کر
کہا کہ اے بلالؓ "اُحد احد" کہے جاؤ۔ قسم ہے خدا کی اگر تم اس حالت میں
مرجاؤ گے۔ تو ہم تمہاری قبر کو بارگاہ الٰہی میں وسیلۂ رحمت بنائیں گے۔ سعیدؓ بن
مسیب حضرت بلالؓ کا ذکر کرکے کہا کرتے تھے۔ کہ وہ اپنے دین پر بڑے
حریص اور سخت تھے۔ جب مُشرک لوگ انہیں اپنے پاس بُلاتے تھے
تو وہ "اللہ اللہ" کہتے تھے +

جب اس ظلم وستم کی خبریں تواتر کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے پاس پہنچیں تو آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ کہ اگر
ہمارے پاس کچھ ہوتا۔ تو ہم بلالؓ کو مول لے لیتے۔ یہ سُن کر حضرت ابو بکرؓ عباسؓ
بن عبد المطلب کے پاس گئے۔ اور اُن سے کہا کہ بلالؓ کو ہمارے لئے خرید
دو۔ چنانچہ حضرت عباس بلالؓ کے مالک کے پاس گئے۔ اور اُس سے پوچھا۔
کہ کیا تم اس غلام کو فروخت کرتے ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ تم اس غلام کو
کیا کرو گے۔ یہ بڑا شریر اور ایسا ویسا ہے۔ غرض اُس نے باتیں بنا کر
ٹال دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت عباسؓ اُس سے دوبارہ ملے اور بلالؓ کو
خرید لیا۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ خود حضرت ابُوبکرؓ نے بلالؓ کے
مالک کو سمجھایا تھا۔ جس پر اُس نے کہا تھا۔ کہ تمہیں لوگوں نے تو اس غلام
کو بہکا کر خراب کیا ہے۔ اب یہ میرے کس کام کا ہے۔ اگر تمہیں اس پر ایسا ہی
رحم آتا ہے تو مجھ سے خرید لو۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنا ایک غلام اور بہت سا روپیہ

نے کہ انہیں امیہ بن خلف سے خرید لیا اور فوراً آزاد کر دیا۔ اور یہ شرط کی کہ وہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کریں۔ حضرت بلال رضؓ نے کہا کہ میرا ارادہ خود ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں رہنے کا ہے۔ آپ شرط کریں یا نہ کریں ٭

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بلال رضؓ کے آزاد ہونے سے بہت خوش ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالےٰ ابوبکر رضؓ پر رحم کرے انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح ہم سے کر دیا۔ اور ہمیں دار الہجرۃ میں لائے اور اپنے مال سے بلال رضؓ کو آزاد کر دیا ٭

حضرت بلال رضؓ کا نام و نسب اور حُلیہ

حضرت بلال رضؓ خالص عرب نہ تھے۔ بلکہ حبش کے باشندے تھے۔ اُن کے والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا۔ ان کی کنیت بعض روایات کے مطابق ابو عبداللہ یا ابو عمرو ہے۔ اور بعض لوگ انہیں عبدالکریم بھی کہا کرتے تھے۔ بلال بنی جمح کے غلام تھے۔ اِن کے ایک بھائی بھی تھے۔ جن کا نام خالد اور کنیت ابو رویحہ تھی۔ اِن کی طرح اِن کے بھائی بھی اسلام لائے تھے۔ اور صحابی کہلاتے تھے۔ وہ بھی حضرت بلال کی طرح آخر وقت تک مسُلمانوں کے ساتھ رہے۔ اِن دونوں بھائیوں نے شام میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اور وہیں انتقال کر گئے۔ اِن کے ایک ہمشیرہ بھی تھیں۔ جن کا نام عفرہ تھا ٭

حضرت بلال چونکہ ملک حبش کے رہنے والے تھے۔ اِس لئے اِن کا

رنگ قدرتی طور پر گہرا گندمی تھا۔ اِن کی آنکھیں خون بستہ کی مانند سُرخ
تھیں۔ قد لمبا اور جُثّہ نحیف تھا۔ رخسار بھرے ہوئے نہ تھے۔ یعنی اُن
پر گوشت کم تھا۔ صاحب فتوح الشام نے لکھا ہے۔ کہ حضرت بلال ایسے
طویل القامت تھے۔ کہ لوگوں میں درخت کی طرح ممتاز و نمایاں نظر آتے تھے
اِن کی آواز بہت بلند و موثر تھی۔ اور یہ اسی کا نتیجہ تھا۔ کہ جب حضرت
بلال اذان دیتے تھے۔ تو لوگوں کے دل ہل جاتے تھے۔ حقیقت یہ ہے
کہ قدرت نے حضرت بلال کو اسی کام کے لئے پیدا کیا تھا۔ اور اسی مناسبت
سے اُنہیں ایسی آواز عطا کی تھی۔ اور اُس میں ایسا درد دیا تھا۔ کہ سننے والے
بیتاب ہو جاتے تھے +

حضرت بلالؓ مسلمان ہو کر اُمیّہ بن خلف کی قیدِ ستم سے تو آزاد ہو گئے۔
لیکن حضرت رسول خدا کی غلامی کا طوق اِن کی گردن میں ایسا پڑا کہ مرتے
دم تک نہ نکلا،

ہر مُسلمان کو یہ عزت ہو نصیب،

حضرت بلال کا خاص کام اذان دینا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے اِس فرض
کو کمال خلوص سے وقت پر انجام دیا کرتے تھے۔ اِس کے علاوہ شب و روز
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے جب آنحضرتؐ
اور اُن کے اصحاب نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو اُن
میں حضرت بلال بھی شامل تھے،

چنانچہ براء بن عازب صحابی کا قول ہے۔ کہ مہاجرین میں سب سے
پہلے مصعب بن عمیر جو قبیلہ بنی عبدالدار سے تھے۔ مدینے میں ہمارے

الغابہ تذکرہ حضرت مصعب رض

پاس آئے۔ اِن کے بعد عمرو بن ام مکتوم پھر عمار بن یاسر۔ سعد ابن ابی وقاص عبداللہ ابن مسعود اور بلال ابن رباح آئے اور ان سب کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم۔

حضرت بلالؓ کو مسلمان ہو کر وہ زندگی نصیب ہوئی۔ جس کی آرزو ہر سچے مُسلمان کو خلوص دل سے ہو سکتی ہے۔ حضور سرورِ کائنات کی حضوری سے زیادہ اور کونسی دولت ہے ؎

ترا جلوہ ٹھہرا ہے مقصود عالم
کہ ساری خدائی کا حاصل یہی ہے

حضرت بلالؓ اپنے کار مفوضہ یعنی اذان کے علاوہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خانگی امور کا بھی اہتمام و انصرام کیا کرتے تھے۔ اور حضرت نے انہیں اپنا خزانچی بنا دیا تھا۔ چنانچہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تقریب نکاح عمل میں آئی تو اُس کے متعلق جملہ کاروبار حضرت بلال ہی نے انجام دیا تھا۔ اور اُن کو یہ عزت محض اِس وجہ سے حاصل ہوئی تھی۔ کہ اُنھوں نے اپنی ہستی کو راہِ خدا میں فناہ کر دیا تھا۔

غزوۂ بدر اور حضرت بلالؓ

حضرت بلالؓ کے ہاتھ سے اُمیّہ بن خلف کا قتل

بدر کی لڑائی ۲ ہجری میں ہوئی۔ یہ پہلا مذہبی جہاد تھا۔ جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک سپہ سالار اعظم کی حیثیت سے شامل ہوئے۔ حضرت بلال اِس معرکہ میں مسلمانوں کے دوش بدوش جنگ کرتے رہے۔ اور اِن کے

بعد بھی عموماً ہر غزوہ میں اپنی اسلامی غیرت و حمیت کا بیش از بیش ثبوت دیا۔ کیا خدا کی شان ہے۔ کہ وہی اُمیہ بن خلف کافر جو زمانۂ جاہلیت میں حضرت بلال رضؓ کا مالک و آقا بنا ہوا تھا۔ اور اُن پر طرح طرح کے ظلم و ستم توڑتا تھا۔ آج اُس کی زندگی حضرت بلال رضؓ کے رحم پر موقوف ہے۔ وہ اُمیہ بن خلف جو کل تک حضرت بلال رضؓ کو محض مسلمان ہونے کی وجہ سے باندھ کر زد و کوب کرتا تھا۔ آج حضرت بلال رضؓ کے سامنے بیکسی اور کس مپرسی کے عالم میں پیش ہوتا ہے جب اُمیہ بن خلف حضرت بلال رضؓ کو گرم ریت پر لٹاتا تھا۔ اور اُن کے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتا تھا۔ تو اُس وقت یہ بات کسی کے وہم و گمان میں نہ آسکتی تھی۔ کہ یہ فرعون بے سامان کبھی ایسا مجبور اور بے دست و پا ہوگا۔ کہ حضرت بلال رضؓ ہی کی کوشش سے فی النار والسّقر کیا جائے گا ؎

اللہ تیری شان کے قربان جائیے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جناب رضؓ سے بجا ارشاد فرمایا تھا۔ کہ تم لوگ جلدی کرتے ہو۔ جلدی اِس دین کو کامل فروغ حاصل ہوگا۔ چنانچہ غزوہ بدر سے اِس کی ترقی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جو کُفار مسلمانوں کو اذیت دیتے تھے۔ وہ یکے بعد دیگرے کیفر کردار کو پہنچنے لگے ٭

غزوۂ بدر کافروں اور مُسلمانوں کے درمیان ایک نہایت خونریز معرکہ تھا۔ اِس میں قریش اپنی پوری قوت و طاقت سے سرگرم کارزار ہوئے تھے۔ اِس جنگ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی چوب دستی سے ایک جرنیل کی طرح مُسلمانوں کی صفیں درست کی تھیں۔ اور صحابۂ عظام نے اِس درجہ داد شجاعت دی تھی۔ کہ لڑتے لڑتے اُن کی تلواریں ٹوٹ گئی تھیں۔ آخر اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو منصور و مظفر کیا۔ اور قریش نے

... اور پریشانی کی حالت میں راہ فرار اختیار کی۔ جب قریش
بھاگ گئے۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جو ایک امیر کبیر اور جلیل القدر
صحابی تھے۔ بطور مال غنیمت کُفار کی زرہیں جمع کرنے میں مصروف ہوگئے
اسی اثنا میں امیہ بن خلف اُن سے آگرملا وہ ایام جاہلیت میں حضرت
عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا دوست تھا۔ اور موخرالذکر کا نام اُس وقت
عبدعمرو تھا۔ اُس نے اُن کو اسی نام سے پکارا۔ مگر انہوں نے کچھ
جواب نہ دیا۔ اِس پر اُس نے کہا کہ میں تمہیں عبدالالہ کے نام سے
پکارتا ہوں۔ اِس پر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے۔ امیہ
نے کہا۔ کہ اگر تم کو مال و دولت کی حاجت ہے۔ تو میری ہستی تمہارے
لئے اِن زرہوں سے زیادہ مفید ہوگی۔ اُمیہ کے ساتھ اِس کا بیٹا علی
بھی تھا۔ اِن سے حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا۔ کہ تم دونوں میرے
ساتھ ساتھ چلے آؤ۔ اُمیہ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے کہا کہ یا عبدالالہ
آج کے دن ہم تمہارے لئے شتران گشتنی و خوردنی ہوگئے۔ اُمیہ
یہ باتیں کرتا ہوا لمبے لمبے قدم اُٹھائے حضرت عبدالرحمٰنؓ کے آگے آگے
جا رہا تھا۔ کہ ناگہاں حضرت بلالؓ کی نگاہ اُس پر جا پڑی۔ بلالؓ اُس
وقت روٹی پکانے کے لئے آٹا گوندھ رہے تھے۔ جب اُنہوں
نے اُمیہ اور اس کے بیٹے کو دیکھا تو آٹا چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے
اور اپنے ہاتھ پونچھ کر پکارنے لگے کہ اے گروہ انصار امیہ بن خلف
کافروں کا سرغنہ ہے۔ یہ ہرگز ہرگز نہ بچنے پائے یہ سُنتے ہی لوگ
اُمیہ کی طرف دوڑے۔ یہاں تک کہ وہ زمین پر گر پڑا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ
بن عوف اُسے بچانے کے لئے اُس پر جھک گئے۔ مگر جناب بن المنذر نے

بڑھ کر اپنی تلوار کے سے دائیں جس سے امیہ کی ناک کٹ گئی۔ اِس کے
بعد حضرت خبیب بن یساف نے امیہ کو قتل کر دیا۔ امیہ نے بھی حضرت
خبیب کے تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا تھا۔ کہ اُن کا ہاتھ شانے سے علیحدہ ہو گیا
تھا۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے شانے سے ملا کر مرہم پٹی کرا دی
تھی۔ اور چند روز کے بعد زخم بھر کر برابر ہو گیا تھا۔ بعض روایات میں یہ
بھی ہے۔ کہ امیہ کو حضرت خبیب اور بلال دونو نے مل کر قتل کیا تھا۔
بہر حال امیہ کا قتل حضرت بلال ہی کے شور و غل سے عمل میں آیا۔ اگر وہ
مسلمانوں کو توجہ نہ دلاتے تو ممکن تھا۔ کہ وہ بچ جاتا۔ مسلمان امیہ سے جس درجہ
نفرت رکھتے تھے۔ اُس کا اندازہ اِس امر سے ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت بلالؓ
کی آواز سنتے ہی مسلمان اُس پر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے۔ ایک نے
ناک کاٹی تو دوسرے نے سر اُڑا دیا۔ حضرت خبیب نے امیہ کے شانے
پر اِس زور سے تلوار ماری تھی۔ کہ اُس کی پسلیوں تک اتر آئی تھی۔ حالانکہ
وہ زرہ پہنے ہوئے تھا۔ جب حضرت خبیب نے وار کیا۔ تو امیہ نے
کہا تھا۔ کہ اے اس کو روک! میں ابن یساف ہوں۔ آخر حضرت
خبیب نے اُس کے ہتھیار اور وہ کٹی ہوئی زرہ لے لی اور اُس کی بیٹی
سے اپنا نکاح کر لیا۔ اِس واقعہ کے متعلق رفاعہ بن رافع کا قول ہے
کہ جب ہم نے بروز بدر امیہ بن خلف کو گھیر لیا۔ تو ہم دونوں میں باہم
نیزہ بازی ہوئی۔ یہاں تک کہ ہمارے نیزوں کے پھل ٹوٹ گئے
پھر ہم دونوں نے تلواریں نکال لیں۔ یہاں تک کہ وہ بھی خم کھا گئیں
اِس کے بعد میں نے امیہ کی بغل زرہ سے خالی دیکھی۔ اور میں نے
وہیں تلوار بھونک دی۔ چنانچہ وہ قتل ہو گیا۔ لیکن نقد و جرح سے یہی بات

بھی معلوم ہوتی ہے۔ کہ امیہ کے قاتل حضرت خبیب تھے۔ اِن کی زوجہ (دختر اُمیہ) اِن سے اکثر کہا کرتی تھی۔ کہ میں اُس شخص ہمیشہ یاد کیا کرتی ہوں۔ جس نے تمہیں یہ خلخال* پہنائی ہے۔ اور حضرت خبیب اُس سے کہا کرتے تھے۔ کہ میں اُس شخص کو ہمیشہ یاد کیا کرتا ہوں جس نے تمہارے باپ کو جلدی سے دوزخ کی طرف بھیج دیا۔

علامہ ابن اثیر جزری نے اپنی کتاب اسد الغابہ میں رفاعہ بن رافع کا تذکرہ کرتے ہوئے اُمیہ کے واقعہ کی طرف اشارہ تک نہیں کیا اِس سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ اُمیہ کے قاتل حضرت خبیب ہی تھے۔ نہ رفاعہ بن رافع۔

علی بن اُمیہ کا قتل

جب حضرت خبیب رض امیہ کو قتل کر چکے تو امیہ کا بیٹا علی اِن کے مقابلہ پر آیا۔ لیکن حضرت جناب نے رستے ہی میں اُس کا پاؤں کاٹ ڈالا۔ اِس پر اُس نے اِس زور سے چیخ ماری کہ ایسا شور کم سننے میں آیا ہوگا۔ اِسی وقت حضرت عمار بھی بر سر موقع پہنچ گئے۔ اور اُنہوں نے تلوار کی ایک ہی ضرب سے اُس کا کام تمام کر دیا۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ عمار علی کے زخمی ہونے سے پہلے ہی پہنچ گئے تھے۔ اور دونوں نے باہم جنگ کی تھی۔ آخر حضرت عمار غالب آئے۔ لیکن قطع پا کی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اِس کی تائید اِس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جس وقت مادر صفوان بن امیہ نے حباب بن المنذر کو مکہ معظمہ میں دیکھا۔ تو لوگوں نے اُس سے کہا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے بروز بدر

علی بن امیہ کا پاؤں قطع کیا تھا۔ تا در صفوان نے کہا مجھے معاف کرو ایسے
شخص کے ذکر سے جو شرک و کفر کی حالت میں مارا گیا۔ اللہ تعالےٰ نے علی بن
امیہ کو احباب بن المنذر کے ہاتھ سے خوار و ذلیل کیا۔

اُمیہ بن خلف کا حشر

جب بدر کی لڑائی ختم ہو چکی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم
دیا۔ کہ کُفار کے مُردوں کے لئے گڑھے کھودے جائیں۔ چنانچہ اِس
کی تعمیل کی گئی۔ اور مُردے غاروں میں ڈالے جانے لگے۔ جب اُمیہ
بن خلف کا نمبر آیا۔ اور لوگوں نے اِسے غار میں ڈالنے کا ارادہ کیا۔ تو
بڑی دقت پیش آئی۔ کیونکہ یہ شخص نہایت لحیم و شحیم اور الفربہ خواہ مخواہ
مرد آدمی تھا۔ اِس کا جسم مرنے سے تھوڑی دیر بعد ہی پھول گیا تھا۔ اور
گڑھے میں ڈالے جانے کے وقت اِسکی یہ حالت ہو گئی تھی۔ کہ ذرا سے
صدمہ سے گوشت پھٹنے لگا تھا۔ مُسلمانوں نے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ اب اُمیہ کی لاش کو کیا کیا جائے۔ آنحضرتؐ نے
فرمایا۔ کہ اِسے یوں ہی پڑا رہنے دو۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تقریر

جب کُفار کے مُردے غاروں میں ڈالے جا چکے تو رسول اکرم
صلے اللہ علیہ وسلم غار کے قریب تشریف لائے مقتولین میں سے ایک ایک
کو نام بہ نام پکار کر فرمانے لگے۔ کہ عتبہ بن ربیعہ اور اے شیبہ بن ربیعہ
اور اے امیہ بن خلف اور اے ابو جہل بن ہشام تم نے دیکھ لیا کہ

اللہ تعالیٰ نے تمہارے متعلق جو وعید کی تھی۔ وہ پوری ہوئی۔ اور ہم سے جو وعدہ کیا تھا۔ وہ بھی پورا ہوا۔ تم لوگ اپنے نبی کی قوم میں بُرے تھے۔ کہ تم نے میری تکذیب کی اور دوسرے لوگوں نے تصدیق کی۔ تم نے مجھے وطن سے نکالا۔ اور دوسرے لوگوں نے مجھے جگہ دی۔ تم نے مجھ سے مقابلہ کیا۔ اور دوسرے لوگوں نے مجھے فتح و نصرت میں مدد دی۔

صحابہؓ نے عرض کیا۔ کہ یارسول اللہؐ آپ جن لوگوں کو مخاطب کر رہے ہیں۔ وہ تو مر گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اُنہیں اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ خدا نے جو وعدہ کیا تھا۔ وہ پورا اور سچا ہوا۔

غازیانِ بدر کی فضیلت

غزوۂ بدر اِس وجہ سے خاص اہمیت و خصوصیت رکھتا ہے کہ یہ مشرکوں اور مُسلمانوں کے درمیان پہلا معرکہ تھا۔ اور اِسی کے نتیجہ پر اسلام کی فتح و شکست کا دار و مدار تھا۔ اُدھر قریش اپنی کثرت تعداد اور دولت و حشمت پر نازاں تھے۔ اِدھر گنتی کے چند مسلمان اور وہ بھی بے سر و سامان خدا کے رستے میں سر بکف ہو کر لڑائی کے میدان میں آئے تھے۔ در اصل بدر کا عرصۂ کار زار کلمہ گویانِ خدا و رسولؐ کے لئے امتحان گاہ تھا۔ اِس لئے جو اصحاب اس میں شریک ہوئے اُن کی قدر و منزلت بھی عام اہل اسلام سے زیادہ ہی ہونی چاہیئے۔ چنانچہ معاذؓ* بن رفاعہ بن رافع نے اپنے والد سے نقل کر کے بیان کیا۔ کہ

* اسد الغابہ تذکرہ حضرت معاذ بن رفاعہ ۱۲

وہ اہل بدر میں تھے۔ اور یہ کہا کرتے تھے۔ کہ جبریل علیہ السلام نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اور اُن سے پوچھا کہ آپ اہل بدر کو کیا سمجھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ میں اُن کو بزرگ ترین اہل اسلام میں سمجھتا ہوں۔ حضرت جبریل نے اس کے جواب میں کہا کہ اسی طرح ہم بھی اُن فرشتوں کو جو بدر میں شریک تھے افضل و اعلے سمجھتے ہیں ✣

جب غزوہ بدر نے فرشتوں کی وقعت و عزت میں اضافہ کردیا۔ تو غازیانِ بدر کی کلاہ اعزاز میں اس سے جو درخشان و تاباں طُرّہ لگ سکتا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ یہ فخر کیا کم ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین بدر کو بزرگ ترین اہل اسلام کہا ہے۔ چونکہ اس غزوے میں حضرت بلال بھی شامل تھے اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے۔ کہ بدر نے بلال کی شہرت و عزت کو چار چاند لگا دیئے ✣

غزوۂ ذی امر میں حضرت بلال رضؓ کی کارگذاری

✻ یہ غزوہ ماہ ربیع الاوّل میں ہجرت سے پچیسویں مہینے واقع ہوا۔ اس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب اس مضمون کی اطلاع پہنچی کہ قبیلہ بنی ثعلب و محارب سے وعشور بن الحارث کی سرکردگی میں ایک جماعت مسلمانوں پر شبخوں مارنے کے لئے بمقام ذی امر فراہم ہوئی ہے۔ تو آنحضرت نے بھی اپنے صحابہ کو طلب کیا ان کی تعداد چار سو پیادوں اور پچاس سواروں پر مشتمل تھی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

✻ مغازی الرسول۔ اسد الغابہ ۱۲

ان سب کو ہمراہ لے کر رستے میں باغیوں کی جماعت سے ایک شخص
جبّار نامی ملا۔ مسلمانوں نے اُس سے پوچھا۔ کہ تو کون ہے۔ اور کہاں کا
ارادہ رکھتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ میں یثرب میں اپنی بود و باش
کی جگہ دیکھنے جاتا ہوں۔ صحابۂ عظام رضی اُس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں لے گئے۔ تو آپ نے اُس سے قبول اسلام کے لئے
کہا۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا اور کہا کہ یا رسول اللہ دعثور ابن الحارث
اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ کہیں گھات میں بیٹھا ہے۔ مگر میرا
خیال ہے۔ کہ وہ لوگ آپ کا ہرگز مقابلہ نہ کریں گے۔ بلکہ آپ کی خبر
سُن کر پہاڑوں پر بھاگ جائیں گے چلیئے میں آپ کے ہمراہ چلتا ہوں
اور وہ درے بتاتا ہوں۔ جہاں اُن لوگوں کے پوشیدہ ہونے کا
یقین ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسے ساتھ لیا۔ اور حضرت
بلال رضی کو حکم دیا کہ تم اس کے ہمراہ چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ حضرت بلال رضی کو ایسے
رستے سے لے چلا کہ وہ ایک ٹیلے سے اُتر کر دشمن کے سر پر بالکل ہی
قریب پہنچ گئے۔ عرب انہیں دیکھ کر بھاگ گئے۔ اور پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ
گئے۔ اس سے پیشتر وہ اپنے جانوروں کو بھی پہاڑ کی چوٹی پر بھجوا چکے تھے
جب وہاں آنحضرت کو کوئی نہ ملا۔ تو آپ نے واپسی کا عزم فرمایا۔ اور
صحابۂ عظام رضی بمقام ذی امر پہنچ گئے۔ آنحضرت وادی ذی امر اور اپنے
صحابہ کے درمیان ایک خاص ضرورت سے تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر
گئے۔ اس وقت موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ یہاں تک کہ حضرت صلعم کے
تمام کپڑے تر ہو گئے۔ آپ نے انہیں سکھانے کے لئے درخت پر ڈال دیا
اور خود بھی ایک جانب لیٹ رہے عرب پہاڑ کی چوٹی سے آنحضرت صلعم کی سب

نامی ایک شخص نے دعثور بن حارث نے

کہا کہ محمدؐ اِس وقت اپنے اصحاب سے علیحدہ ہیں۔ یہ اِن کے قتل کرنے کا بڑا اچھا موقع ہے۔ یہ سُنتے ہی دعثور نے ایک تیز تلوار اُٹھالی اور پہاڑ سے اُتر کر آنحضرتؐ کے سرہانے جا پہنچا اور کہنے لگا کہ اے محمدؐ! تمہیں اِس وقت مجھ سے کون بچا سکتا ہے حضرتؐ نے فرمایا خدائے عزّوجل نے

شور یارب سے وہ کافر ڈر گیا

ہے اثر بیشک خدا کے نام میں

اُس پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ تلوار ہاتھ سے گر گئی۔ اور اُسے آنحضرتؐ نے اٹھالیا۔ اور دعثور سے پوچھا کہ اب تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔ دعثور نے جواب دیا کوئی نہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جا اپنا کام کر۔ دعثور نے اُسی وقت کلمۂ شہادت پڑھا۔ اور مسلمان ہو گیا۔ اِس کے بعد حضرتؐ نے اُس کی تلوار اُسے واپس دے دی۔ پھر حضرت دعثورؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ آپ امورِ خیر میں مجھ سے بہتر ہیں۔ بعد ازاں وہ اپنی قوم میں گئے تو لوگوں نے اُن پر بہت کچھ پوچھا ٹچھی اور کہا کہ تم بڑے بہادر تھے۔ تمہارے ہاتھ میں تلوار بھی تھی۔ مگر تم سے محمدؐ پر وار نہ ہو سکا حضرت دعثورؓ نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے اُن پر حملہ کرنے کی جرات نہ ہو سکی میں نے ایک سفید رنگ طویل القامت آدمی کو دیکھا۔ اور اُس نے میرے سینے پر اِس زور سے ہاتھ مارا کہ میں چت گر پڑا۔ خوب پہچاننے سے معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ (جبریل) تھا۔ پس میں مسلمان ہو گیا۔ اور اب کبھی آنحضرتؐ کے خلاف لوگوں کو جمع نہ کرونگا۔ اِس کے بعد دعثورؓ نے اپنی قوم میں دعوت اسلام شروع کر دی اِس واقعہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

بن عفان رضؓ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔

بادی النظر میں یہ ایک نہایت خفیف اور معمولی سا واقعہ تھا۔ کیونکہ اِس میں مجاہدین اسلام کو جنگ نہیں کرنی پڑی۔ صرف چار سو ساڑھے چار سو صحابہ کی نقل و حرکت عمل میں آئی تھی۔ لیکن حضرت بلالؓ اِس میں بھی آنحضرت سے علیحدہ نہیں ہوئے۔ اور اُنہوں نے دشمن کی دیکھ بھال کا کام بوجہ احسن انجام دیا۔ اگر سچ پوچھیئے تو جو تھوڑا بہت کام کیا۔ وہ حضرت بلالؓ ہی نے کیا۔ ورنہ اِس معرکہ میں صحابۂ کرام کو کسی کارروائی کی ضرورت ہی نہیں پڑی اصل بات یہ ہے۔ کہ حضرت بلالؓ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سچا عشق رکھتے تھے۔ اور دن ہو یا رات۔ صبح ہو یا شام شہر ہو یا جنگل۔ میدان ہو یا پہاڑ۔ ہر وقت ہر جگہ آنحضرتؐ کی خدمت میں رہنا اپنے لئے باعث فخر۔ موجب راحت اور ذریعہ نجات سمجھتے تھے۔

جنگ احد میں حضرت بلالؓ کی اذان

مشرکین نے بدر میں ایسی شکست نہیں کھائی تھی۔ جسے وہ جلدی بھول جاتے۔ چنانچہ مسلمانوں سے انتقام لینے کا خیال اِن کے دل میں رہ رہ کر کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا۔ آخر اُنہوں نے جنگ کی تیاری شروع کردی اور اِن سب کا سرغنہ ابو سفیان تھا۔ وہ لوگوں کو شرم و غیرت دِلا دِلا کر لڑائی پر آمادہ کرتا تھا۔ صفوان بن امیہ نے یہ رائے دی کہ اپنی عورتوں کو بھی ہمراہ لے چلو تاکہ وہ ہمیں مقتولین بدر کی یاد دلائیں۔

اور جب ہم میں سے کوئی [illegible] کر واپس ہو تو اس پر بعض بعض نے

کسی قدر مخالفت کے بعد عورتوں کے میدان جنگ میں لے جانے کی تجویز منظور ہو گئی۔ جب یہ لوگ نقل و حرکت کے لئے بالکل لیس ہو چکے تو عباس بن عبد المطلب نے بنی غفار میں سے ایک قاصد کے ہاتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس مضمون کا خط بھیجا کہ قریش جمعیت کثیرہ فراہم کر کے بہ قصد حرب آپ کی طرف روانہ ہوئے ہیں وہ سب تین ہزار آدمی ہیں۔ اور اُن کے ہمراہ دو سو گھوڑے اور تین سو شتر ہیں۔ اور سات سو آدمی زرہ پوش ہیں۔ ہتھیاروں اور دیگر ساز و سامان کی بھی کثرت ہے۔ جب وہ لوگ وہاں پہنچیں۔ تو آپ ان کی مدافعت کا مناسب بندوبست فرمادیں ؞

جب قاصد یہ خط لے کر مدینہ منورہ پہنچا۔ تو وہاں آنحضرت ؐ کو نہ پایا۔ اس کے بعد وہ باہر نکلا۔ اور باب مسجد قبا پر آنحضرت کو دیکھا۔ اُس نے خط پیش کیا۔ اور حضرت نے ابی بن کعب کو پڑھنے کا اشارہ کیا جب خط پڑھا جا چکا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سعد بن ربیع کے مکان پر تشریف لائے اور پوچھا کہ اس مکان میں کوئی اور بھی ہے۔ سعد نے جواب دیا۔ یہاں اور کوئی نہیں ہے۔ آنحضرت سعد کو اخفائے راز کی ہدایت کر کے مراجعت فرمائے مدینہ ہوئے۔ اور یہاں پہنچ کر جہاد کی تیاری شروع کر دی۔ صحابۂ عظام ؓ نے بدل و جان جنگ پر آمادگی ظاہر کی۔ اور آنحضرت تمام ضروری کاروبار سے فارغ ہو کر اپنی دولت سرا میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ان دونوں نے آنحضرت ؐ کو لباس پہنایا۔ اور ان کے

فرقِ اقدس پر عمامہ باندھا۔ باہر یہ حالت تھی۔ کہ حجرہ سے مسجد منبر تک صحابہ عظام آنحضرت کے انتظار میں صف بستہ کھڑے تھے۔ آخر کچھ توقف کے بعد آنحضرت تشریف لائے تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ زرہ بھی پہنے ہوئے تھے۔ اور اُسے تلوار کے پرتلہ سے کس رکھا تھا سیف بھی لٹکائے ہوئے تھے۔ یہ گویا مسلمانوں کا سپہ سالار اعظم میدان جنگ میں جانے کے لئے ضروری آلات حرب سے مسلح ہو کر نکلا تھا۔ اس کے بعد آنحضرت نے اپنا گھوڑا طلب کیا۔ اُس پر سوار ہوئے۔ اور دوش مُبارک پر کمان رکھی۔ اور ہاتھ میں نیزہ لیا۔ تمام اصحابؓ بھی ہتھیار باندھے ہوئے تھے۔ جن میں سو زرہ پوش تھے۔ جملہ مجاہدین حضرتؐ کے دہنے بائیں روانہ ہوئے۔ سعدؓ بن عبادہ اور سعد بن معاذ آگے آگے تھے۔

اس ٹھاٹھ سے مجاہدین اسلام کا لشکر بدایع میں پہنچا۔ یہاں سے اس کا گذر مقام شیخین میں ہوا۔ شیخین دو ٹیلوں کا نام ہے۔ جہاں زمانۂ جاہلیت میں ایک بڑھیا اور ایک بوڑھا رہا کرتے تھے۔ یہ دونوں اندھے تھے۔ اسی لئے اس کا نام شیخین مشہور ہوا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رات کو اسی جگہ قیام فرمایا۔ جب آفتاب غروب ہوا۔ تو حضرت بلالؓ نے مغرب کی اذان دی۔ اور آنحضرت نے صحابہ کو نماز پڑھائی کچھ عرصہ کے بعد حضرت بلالؓ نے عشا کی اذان کہی۔ اور آنحضرتؐ نے صحابہؓ کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر محمدؐ بن مسلم کو پچاس سواروں کے ساتھ سب کی نگہبانی پر مقرر فرمایا۔ دشمن بھی اس قدر قریب اُترا ہوا تھا کہ اُس کے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں لشکر اسلام میں سُنائی دیتی تھیں۔ آنحضرت نے منزل شیخیں سے کوچ کیا۔ تو اسی وقت مشرکین کا لشکر بھی تعبیہ کو روانہ

ہوا۔ مسلمانوں کا لشکر آگے بڑھ کر موضع قنطرہ میں آگیا۔ یہاں سے مشرکین
بھی دکھائی دیتے تھے۔ چونکہ نماز کا وقت آگیا تھا۔ اس لئے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ اُنہوں نے اذان کہی اور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صف بندی کر کے صبح کی نماز پڑھائی +

ہنگامۂ جدال وقتال

چونکہ اب دونوں لشکر بالمقابل پہنچ گئے تھے۔ اس لئے آنحضرتؐ
نے مجاہدین کو جنگ کے متعلق چند نصیحتیں فرمائیں۔ اور تھوڑی ہی دیر میں
میدان کارزار گرم ہو گیا۔ مشرکین میں سے اوّل جس شخص نے جنگ شروع
کی وہ ابو عامر تھا۔ جو اپنی قوم سے پچاس آدمی ہمراہ لے کر نکلا تھا۔ اس
جماعت نے آتے ہی سنگ باری شروع کر دی۔ مسلمانوں نے بھی اینٹ
کا جواب پتھر سے دیا۔ آخر تھوڑی دیر کے بعد ابو عامر اور اُس کے ساتھی
تاب مقاومت نہ لا کر پیچھے ہٹ گئے۔ مشرکین نے اپنی صفوں کے
پیچھے عورتیں متعین کر رکھی تھیں۔ کہ جب کوئی شخص پیچھے ہٹے تو وہ اُسے
مقتولین بدر کی یاد اور شرم و غیرت دلائیں۔ چنانچہ وہ دف بجا بجا کر لوگوں
کو جنگ پر ابھارتی تھیں۔ اسی اثنا میں مشرکین کی جانب سے طلحہ بڑے
طمطراق سے میدان میں آیا۔ اور کہا کہ کون شخص میرے مقابلہ پر آتا ہے
یہ سُن کر گروہ مجاہدین سے حضرت علیؓ اُس کے سامنے آئے اور کچھ عرصہ
تک دونوں داؤ گھات میں رہے آخر طلحہ نے حضرت علیؓ پر وار کیا۔ جسے
اُنہوں نے ڈھال پر روک لیا۔ جب طلحہ کا وار خالی ہو گیا۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ
نے اُسکے اِس زور سے تلوار ماری کہ سر کو کاٹ کر زنخدان تک اُتر گئی۔ طلحہ

گئیں پرچم پر ... اور ... کی ... مجاہدین میں واپس آ گئے۔ فتح کے حصول پر آنحضرت نے اظہار مسرت فرمایا۔ اور مسلمانوں نے اس زور سے نعرہ تکبیر لگایا۔ کہ تمام میدان گونج اُٹھا۔ اِس کے بعد مسلمانوں نے اِس زور سے حملہ کیا۔ کہ مشرکین کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔ اور وہ شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے اِن کا سختی سے تعاقب کیا۔ اور مال غنیمت کی فراہمی میں مشغول ہو گئے +

پانسہ پلٹ گیا

جب دشمن ہزیمت خوردہ ہو کر بھاگ گئے۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے تیراندازوں مخاطب ہو کر کہا کہ تم اسی جگہ قایم رہنا اور ہماری پشت پر نگہبانی کرنا۔ یہاں تک کہ اگر ہم مال غنیمت جمع کر رہے ہوں۔ تو بھی اپنی جگہ سے نہ ہلنا بلکہ ہم دشمن کے نرغے میں آجائیں تو اِس حالت میں بھی ہماری مدد کے لئے نہ آنا مگر افسوس بعض ڈھل مل یقین مسلمانوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر توجہ نہ کی اور اپنے مسلمان بھائیوں کو لوٹ میں مصروف دیکھ کر اِن کے دہاں آز میں پانی بھر آیا۔ بعض تیراندازوں نے کہا کہ اب یہاں کیا رکھا ہے۔ دشمن شکست کھا کر دُور چلے گئے۔ اگر ایسے میں ہم بھی غنیمت میں شامل ہو جائیں۔ تو کیا حرج ہے۔ بعض لوگوں نے اِس رائے کی مخالفت کی۔ مگر بعض موید بھی پائے گئے۔ اِس لئے حضرت عبداللہ بن جبیر نے جو تیراندازوں کے افسر تھے۔ اپنے ماتحتوں کو سمجھایا۔ کہ حکم رسول اللہؐ کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ لیکن اُن کا کہنا بہت تھوڑے آدمیوں نے مانا۔ اور اکثر تیرانداز حرص و طمع سے مجبور ہو کر مال غنیمت فراہم کرنے

چلے گئے۔ صرف حضرت عبداللہ بن جبیر اور اُن کے ساتھ قریباً دس تیر انداز
باقی رہ گئے۔ میدان خالی دیکھ کر دشمن کے سواروں نے پھر اِدھر کا رخ
کیا اور خالد بن ولید اور عکرمہ نہایت سختی کے ساتھ مٹھی بھر تیر اندازوں پر
حملہ آور ہوئے۔ لیکن حضرت عبداللہ رضؓ اور اُن کے ساتھیوں نے دندان شکن
جواب دیا۔ یہاں تک کہ اُن کے ترکش تیروں سے خالی ہو گئے۔ آخر نوبت
نیزوں پر پہنچی۔ جب یہ بھی ٹوٹ گئے۔ تو حضرت عبداللہؓ نے تلوار سنبھالی اور
لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ

اِس کے بعد مسلمانوں پر مشرکین کی عام یورش شروع ہو گئی۔ اور اُنہوں
نے نہ صرف اپنا سب مال غنیمت واپس لے لیا بلکہ بہت سے اکابر صحابہؓ کو
شہید کر دیا جن میں سید الشہدا حضرت حمزہؓ بھی تھے۔ اس معرکہ میں خود آنحضرتؐ
کے شہید ہو جانے کی خبر بھی مشہور ہوئی تھی۔ جو اگرچہ غلط تھی۔ لیکن
آنحضرت کی پیشانی پر سخت ضرب آئی تھی۔ اور آپ کے دندان مبارک
بھی اسی جنگ میں شہید ہوئے تھے صلے اللہ علیہ وسلم +

سعدؓ بن مالک کا قول ہے۔ کہ جب میں نے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ گھوڑے پر سوار تھے۔ جب میں نے روئے منور
کی طرف نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ حضرتؐ کے دونوں رخسار زخمی ہیں۔
اور پیشانی بالوں کی جڑ کے قریب کھلی ہوئی ہے۔ اور زخموں پر کچھ سیاہ
چیز لگی ہے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کیا ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ
بوریا جلا کر اُس کی راکھ بھر دی گئی ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ پیشانی
پر کس کے ہاتھ سے چوٹ آئی ہے لوگوں نے کہا۔ ابن شہاب کے پتھر سے
پھر میں نے پوچھا لب پر کس نے پتھر مارا ہے جواب دیا گیا کہ عتبہ نے پھر

میں نے رخساروں کی بابت معلوم کیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ ابن قمیہ کے پتھر سے زخمی ہوئے ہیں۔ میں اس کے بعد حضرت کی سواری کے آگے دوڑتا ہوا چلا۔ یہاں تک کہ حضرت اپنی دولت سرا پر پہنچ گئے۔ مگر خود گھوڑے سے اُترنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ اس لئے سعد بن عبادہ اور سعد بن زیاد پر سہارا دیا۔ اور دولت سرا میں تشریف لے گئے۔ اور لوگ بھی مسجد میں آگ جلا کر اپنے زخم سینک رہے تھے۔ جب آفتاب غروب ہوا۔ تو بلال نے مغرب کی اذان کہی اور آنحضرت ہر دو سعد پر تکیہ کئے برآمد ہوئے۔ جبکہ شفق غائب ہوئی۔ اور حضرت بلالؓ نے عشا کی اذان دی تو آنحضرتؐ کچھ عرصہ تک باہر تشریف نہ لائے۔ بلالؓ آپ کے درِ دولت پر بیٹھے رہے جب قریباً ایک تہائی رات گذر چکی۔ تو حضرت بلالؓ نے ندا دی کہ "الصلوٰۃ یا رسول اللہ" یعنی جماعت تیار ہے۔ تشریف لائیے۔ اس پر آنحضرت نماز کے لئے برآمد ہوئے۔

اس غزوہ میں مسلمان ابتداءً پورے طور پر منصور و مظفر ہوئے۔ اور ایسی کامیابی حاصل کی کہ جس کی بہت کم لوگوں کو توقع تھی۔ بعد میں ناکامی محض تیر اندازوں کے جگہ چھوڑنے کے باعث ہوئی۔ یہ دراصل ایک سبق تھا جو مسلمانوں کو اس جنگ میں حاصل ہوا۔ مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ نبیؐ کا حکم ہر حالت میں واجب التعمیل ہے۔ اگر ہم اس کی متابعت نہ کریں گے۔ تو خسر الدنیا والآخرہ کے مستحق ٹھہریں گے۔ اس جنگ کے بعد خدا اور اُس کے رسولؐ پر مسلمانوں کا اعتقاد پیشتر سے کہیں زیادہ استوار و محکم ہو گیا۔ آنحضرتؐ جو کچھ ارشاد فرماتے تھے۔ اہل اسلام بسر و چشم اُس کی تعمیل کرتے تھے اور حد سے زیادہ یاس و ہراس کے موقع پر بھی مستقل مزاج اور ثابت قدم

رہتے تھے۔ تیر اندازوں کی نافرمانی کے متعلق قرآن شریف میں آیت بھی نازل ہوئی تھی۔ جس سے مسلمانوں کو خاص طور پر عبرت و نصیحت ہوئی +

اگرچہ قریش نے اِس جنگ میں شکست نہیں کھائی تھی۔ لیکن جب مسلمانوں کے عزم راسخ کو دیکھا تو اُنہیں زیادہ نبرد آزمائی کی جرات نہ ہوئی اور یہ جو کچھ ہو چکا تھا۔ اِسی کو غنیمت تصور کیا۔ حضرت بلال رض اِس معرکہ میں بھی اوّل سے آخر تک شریک رہے۔ اور اپنے خاص کام یعنی اذان دینے کے علاوہ آنحضرت کی طرف سے وقتاً فوقتاً مختلف قسم کے اعلانات کرتے رہے۔ اسلام ایسے لوگوں کی ہستی پر جس قدر ناز کرے۔ بجا ہے۔ کاش اُس خلوص کے نظارے کبھی اِس زمانے میں بھی دکھائی دے جائیں +

غزوۂ خیبر میں حضرت بلالؓ کا کارنامہ

اِس غزوہ کی مختصر کیفیت یہ ہے۔ کہ مسلمانوں نے قلعۂ خیبر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ اور دو مہینے تک اِس کے گرد پڑے رہے۔ اِس عرصہ میں سامان رسد ختم ہو گیا تھا۔ چنانچہ مُسلمانوں نے آنحضرت سے عرض کی کہ یارسول اللہ ہمارے پاس خرموں کے سوا اور کسی قسم کی خوراک باقی نہیں رہی۔ اور ہم نے اہل خیبر کے جانور پکڑ کر ذبح کر لئے ہیں۔ اِن میں زیادہ تر حمار یعنی گدھے تھے۔ آنحضرت نے اِن کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ اور مسلمانوں نے پکتی ہوئی ہانڈیاں اُلٹ دیں +

ایک روز مرحب یہودی جو بڑا دلیر و شجاع تھا۔ مسلمانوں پر اُس وقت حملہ آور ہوا۔ جب وہ قلعہ کے دروازے کے قریب پہنچ گئے تھے۔ اِس وقت

ایسا سخت حملہ کیا کہ مسلمانوں کو اپنے لشکر گاہ تک پیچھے ہٹنا پڑا۔ یہ حالت دیکھ کر خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہود کے مقابلہ کو بڑھے۔ سخت گھمسان کا رن پڑا۔ کچھ اصحابؓ شہید ہوئے جن میں محمود بن مسلم انصاری شہسوار بھی تھے۔ ان کے بھائی محمد بن مسلم نے آنحضرتؐ سے کہا کہ میرا بھائی شہید ہو گیا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ گھبرانے کی بات نہیں اُمید ہے کہ خدا کل تجھے مرحب پر غالب کر دے اور تو اُسے قتل کر کے اپنے بھائی کا بدلہ لے لے۔ اسی روز مسلمانوں کو یہود سے سخت تکلیف پہنچی تھی۔ بعد نماز مغرب رسالت مآبؐ نے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ میں اپنا علم ایسے شخص کو دینے والا ہوں جو خیبر کو فتح کئے بغیر واپس نہ آئے۔ یہ مژدہ سُن کر صحابہ عظامؓ اپنی اپنی جگہ واپس آگئے۔ اور تمام رات اِس شوق و انتظار میں بسر کی کہ دیکھیئے صبح کو علم کس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ ہر جلیل القدر صحابی اِس کا اُمیدوار تھا۔ جب آفتاب طلوع ہوا تو ہر قوم نے اپنے اپنے علم ہاتھ میں لئے۔ آنحضرتؐ بھی اپنے علم کو جنبش دینے لگے۔ اور حق تعالےٰ سے دعائے فتح و نصرت مانگتے جاتے تھے۔ آخر وہ علم حضرت علیؓ کے حوالہ کر دیا گیا۔

حضرت علیؓ اِس علم کو لیکر نہایت جوش و خروش کی حالت میں آگے بڑھے مرحب یہودی جو گذشتہ روز کی کامیابی پر نازاں تھا۔ مقابلہ کے لئے نکلا۔ مجاہدین کی طرف سے محمد بن مسلم نے اِس کا سامنا کیا اور چند منٹ کے داؤ گھات کے بعد اُسے قتل کر دیا۔ اور آنحضرتؐ کی وہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ جو آپ نے محمد بن مسلم کے مرحب پر غالب آنے کے متعلق فرمائی تھی۔

پر یہی تھی نے حملہ کیا کہ کشتوں کے پشتے اور زخمیوں کے ڈھیر لگ گئے

اس کے بعد حضرت علی مع مجاہدین قلعہ میں داخل ہوئے۔ اور دشمنوں نے صلح کی سلسلہ جنبانی کی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم لوگوں کو تمہاری جان اور اہل و عیال پر امان دیتا ہوں۔ یعنی نہ تم قید و قتل کئے جاؤ گے اور نہ تمہارے اہل و عیال۔ البتہ تمہارا مال ہماری ملکیت ہوگا۔ بشرطیکہ تم اُس میں سے کچھ ہم سے پوشیدہ نہ رکھو۔ اگر کچھ چھپاؤ گے تو عہد ٹوٹ جائے گا۔

قلعہ میں قبیلۂ نضیر سے ابی الحقیق کے دو لڑکے موجود تھے۔ وہ سب مال و متاع لے کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مگر چاندی کے وہ قیمتی ظروف نہ لائے جو وہ کسی زمانے میں مدینہ سے لے کر نکلے تھے اور جن کا آنحضرت صلعم کو علم تھا۔ جب حضرت صلعم نے اِن ظروف کی بابت دریافت کیا تو فرزندان ابی الحقیق نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ اب وہ برتن ہمارے پاس نہیں۔ بلکہ ہم اُنہیں فروخت کر کے اُن کی قیمت اپنے صرف لا چکے ہیں۔ اور حقیقت یہ تھی۔ کہ وہ برتن زمین میں مدفون تھے آنحضرت صلعم نے یہود اور صحابہ رضؓ سے فرمایا کہ ہمارے اور اِن کے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے تم اُس کے گواہ رہنا۔ اِس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو زمین کھودنے کا حکم دیا تو وہ برتن وہاں سے برآمد ہو گئے۔ چونکہ ابی الحقیق کے بیٹوں نے نقضِ عہد کیا تھا۔ یعنی مال کو زمین میں چھپا کر رکھا تھا۔ اِس لئے وہ سزاوارِ سزا سمجھے گئے۔ چنانچہ دونوں قتل کر دیئے گئے۔ اور اُن کے پس ماندے قید کر لئے گئے۔

اِس وقت ابی الحقیق کے ایک بیٹے کی زوجیت میں صفیہ بنت حی بن اخطب تھیں۔ اِن کو آنحضرت نے اپنے لئے منتخب کر لیا۔ اور حضرت بلالؓ کو

حکم دیا کہ انہیں ہمارے خیمہ میں پہنچا دو۔ حضرت بلالؓ انہیں ایسے رستے
پر سے کر چلے جہاں کُفّار کی لاشیں پڑی تھی۔ چنانچہ جب بلالؓ انہیں پہنچا کر
واپس آئے تو آنحضرت نے فرمایا کہ بلالؓ یہ تمہیں کیا سوجھی تھی۔ کہ تم ایک
کم سن عورت کو مقتولوں کے ڈھیر پر سے لے کر گذرے۔ تم نے اپنے دل
سے رحم و انسانیت کو دور کر دیا۔ حضرت بلالؓ آنحضرتؐ کو ناراض دیکھ
کر کانپ گئے۔ اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہؐ مجھ سے غلطی ہوئی معاف
فرما دیجئے۔ آنحضرت نے بلالؓ کی یہ فروگذاشت معاف کر دی +

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔
تو صفیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اُس سے تخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اے
صفیہ تیرا باپ یہودیوں میں مجھ سے سخت عداوت رکھتا تھا۔ پھر اُن کے
شوہر اور بھائی کا ذکر کیا جو مارے گئے تھے۔ اِس کے بعد حضرت نے
صفیہ سے کہا کہ اب تمہیں اختیار ہے چاہے یہودی رہو چاہے مسلمان
ہو جاؤ۔ اگر مسلمان ہو جاؤ گی تو میں تمہیں اپنے پاس رکھونگا ورنہ چھوڑ دونگا
صفیہ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہؐ! میں جب مدینے میں تھی۔ تو اُسی
وقت اسلام کی خواہش رکھتی تھی۔ اب یہودیوں میں میرا کون ہے۔ میرے
باپ بھائی اور چچا کے بیٹے کو آپ نے قتل کر دیا۔ بس اب تو مجھے اللہ
اور اُس کے رسول اور اسلام سے محبّت ہے۔ آخر صفیہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں داخل ہوئیں اور ام المومنین کہلائیں +

ابو ایوب انصاریؓ کو اندیشہ ہوا کہیں ایسا نہ ہو کہ صفیہ اپنے باپ
بھائیوں کا انتقام لینے کی غرض سے آنحضرتؐ کو سوتے میں قتل کر دے۔ اِس
لئے وہ تمام رات ... جب صبح کی اذان ہوئی اور حضرت

خیمہ سے باہر نکلے ۔ تو ابو ایوب کو دروازے پر دیکھ کر تعجب سے پوچھا کہ تم
یہاں کہاں ۔ ابو ایوب رضؓ نے جواب دیا کہ مجھے اندیشہ تھا ۔ کہ کہیں صفیہ اپنے
رشتہ داروں کا انتقام لینے کے لئے آپ کو سوتے میں قتل نہ کر دے ۔ اس لئے
میں رات بھر نگہبانی کرتا رہا ۔ حضرت نے اُن کی تعریف و تحسین فرمائی ÷
اِس کے بعد لشکر اسلام مدینے کی طرف واپس ہونے لگا حضرت
نے صفیہ کو اپنے پیچھے سوار کیا آپ اُن کے سر کی چادر درست کرتے جاتے
تھے ۔ صحابہؓ یہ حالت دیکھ کر آپس میں ایک دوسرے سے کہتے تھے ۔ کہ دیکھتے
رہو ۔ اگر آنحضرت صفیہ کو منہ ڈھانپ لینے کا حکم دیں تو سمجھو کہ وہ اُمہاتِ
مومنین میں ہیں ۔ اور اِس صورت میں آپ کے ساتھ ساتھ نہ چلو کیونکہ
حضرت بڑے غیور ہیں ۔ اگر صفیہ منہ کھولے چلیں ۔ تو اُنہیں ایک کنیز
تصوّر کرو ۔ اور اِس حالت میں اُن کے ساتھ چلنا کچھ مضائقہ نہیں رکھتا
حضرت نے صفیہ کو مُنہ ڈھانپ لینے کا حکم دیا ۔ اور روانہ ہو گئے صحابہ
نے سمجھ لیا کہ صفیہ اُمہات مومنین میں داخل ہو گئیں ÷

اِن مختصر واقعات و حالات سے ناظرین کو اندازہ ہو گیا ہو گا ۔
کہ حضرت بلال ہر وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ساتھ
رہتے تھے ۔ اپنا فرض خاص یعنی اذان دینے کے علاوہ آنحضرت جس کام
کا حکم دیتے تھے ۔ اُسے بطیب خاطر بجا لاتے تھے ۔ حضرت بلالؓ قریباً
تمام غزوات میں شریک رہے ۔ اور ہمیشہ اسی قسم کی خدمات انجام دیا
گئے ۔ صحابۂ عظامؓ کے قلوب میں بھی اِن کی خاص محبت اور قدر و منزلت
تھی ۔ وہ انہیں آنحضرتؐ کا خاص آدمی سمجھتے تھے ۔ اور ہر وقت اِن کی خاطرداری
اور دلجوئی سے کام رکھتے تھے ۔ رضی اللہ عنہم ÷

رسولِ خدا کا وصال اور بلالؓ کا رنج و ملال

حضور سرورِ کائناتؐ بعد حجۃ الوداع مدینے میں تشریف لائے۔ اور ذی الحج کے باقی ایّام اور محرم و صفر کے مہینے بخیریت بسر کئے۔ آخر صفر یا شروع ربیع الاول میں آپ کی طبیعت ناساز ہوئی۔ بیماری کی ابتدا درد سے ہوئی تھی۔ جس نے آپ کو تمام رات بے چین رکھا۔ یہاں تک کہ حضرت بلالؓ نے صبح کی اذان کہی۔ مگر آپ برآمد نہیں ہوئے انتظار کے بعد صحابہ نے بلالؓ کو بھیجا۔ چنانچہ وہ گئے اور حضور میں پہنچتے ہی کہا کہ الصلوٰۃ یا رسول اللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نماز کے لئے باہر نکلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ پھر آپ نے پوچھا کہ دروازے پر کون کون ہیں۔ حضرت بلالؓ نے جملہ حاضرین کے نام بتا دیئے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ ابن الخطابؓ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھاویں۔ اس وقت حضرت بلالؓ کی حالت دگرگوں تھی۔ وہ زار و قطار روتے ہوئے باہر آئے۔ مسلمانوں نے پوچھا۔ بلالؓ خیر ہے تم ایسے پریشان کیوں ہو۔ حضرت بلالؓ نے جواب دیا کہ جناب رسالت مآبؐ نماز میں شامل ہونے کی طاقت نہیں رکھتے یہ سن کر صحابہؓ بھی رونے لگے۔ آخر بلالؓ نے حضرت عمر فاروقؓ سے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں نماز پڑھانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ تم آنحضرت صلے اللہ سے جا کر عرض کر دو۔ کہ ابو بکرؓ بھی دروازے پر موجود ہیں۔ چنانچہ بلالؓ پھر واپس ہوئے اور آنحضرتؐ کو عمر فاروقؓ کے جواب اور ابو بکر صدیقؓ کی موجودگی سے اطلاع

دی - آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بلال سے فرمایا - تو پھر کیا دیکھتے ہو - ابوبکر سے جاکر کہہ دو کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں - بلال رضؓ حضرت ابوبکر رضؓ کے پاس آئے - اور اُن سے نماز پڑھانے کو کہا - چنانچہ اُنہوں نے ہفتہ عشرہ تک نماز پڑھائی - اِس عرصہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مرض بڑھتا گیا - اور عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت کے پاس گئے حضور اُس وقت بے ہوش تھے - حضرت عباس رضؓ نے ازواج مطہرات رضؓ سے کہا کہ اگر تم حضرت صلعم کے مُنہ میں دوا ڈالتیں تو مناسب تھا - اُنہوں نے جواب دیا - کہ ہم ایسی جرأت کیونکر کرسکتی ہیں - اِس کے بعد عباس رضؓ آنحضرت صلعم کے مُنہ میں دوا ٹپکانے لگے - آپ اِس وقت ہوش میں آئے اور دریافت کیا کہ یہ تیرے مُنہ میں کس نے دوا ٹپکائی ہے - میں صایم تھا - ازواج مطہرات رضؓ نے عرض کیا - کہ آپکے منہ میں عباس رضؓ نے دوا ٹپکائی ہے - اِس کے بعد آپ نے پوچھا بیبیوں نے مجھے دوا کیوں نہیں دی - بیبیوں نے جواب دیا کہ ہمیں ذات الجنب کی بیماری کا اندیشہ ہوا - حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ مجھے اِس بیماری میں مبتلا نہ کریگا آنحضرت صلعم کو درد کی کئی روز تک سخت تکلیف رہی - مگر دسویں دن کی صبح آپ باہر تشریف لائے - اور نماز پڑھائی مسلمانوں کو گمان ہوا کہ حضرت صلعم نے شفا پائی اور وہ بہت شاداں و فرحاں ہوئے - مگر یہ دراصل سنبھالا تھا - جو مریض عموماً مرنے سے پہلے لیا کرتے ہیں ؎

اِس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مصلے پر بیٹھ گئے - اور صحابہ رضؓ سے باتیں کرنے لگے - آپنے فرمایا - خدا لعنت کرے اُس قوم پر جنہوں نے اپنی قبروں کو مسجد بنایا - حضرت صلعم کی مراد یہود و نصاریٰ سے تھی - حضرت

کو باتیں کرتے کرتے دن چڑھ گیا۔ اِس کے بعد آپ محل سرا میں تشریف لے گئے۔ مگر صحابہ اُس مجلس سے متفرق نہ ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد لوگوں نے خواتین کا شور سُنا وہ کہتی تھیں کہ "پانی لاؤ" "پانی لاؤ" صحابہؓ نے خیال کیا۔ کہ شاید آنحضرتؐ پر غش طاری ہو گیا ہو گا۔ اِس لئے پانی کی ضرورت پیش آئی۔ پھر سب مُسلمان دروازے پر جمع ہو گئے۔ اور حضرت عباسؓ اندر تشریف لے گئے۔ اور چند منٹ کے بعد واپس آ کر صحابہ کو حضرتؐ کے وصال کی خبر سُنائی حضرتؐ کی وفات ۱۲ ربیع الاوّل کو پیر کے دن ہوئی اور سہ شنبہ کے دن تجہیز و تکفین عمل میں آئی قبر مُبارک تیار ہو جانے کے بعد حضرت بلالؓ نے پانی کی ایک مشک اُس پر چھڑک دی تھی۔ صلے اللہ علیہ و آلہ واصحابہ اجمعین ؁

حضرت رسول خدا کی وفات کے بعد دنیا بلالؓ کی آنکھوں میں تیرہ و تار ہو گئی۔ اُنہیں کوئی چیز اچھی معلوم نہ ہوتی تھی۔ شب و روز صدمۂ مفارقت رسولِ خداؐ میں مبتلا رہتے تھے۔ اور اِس شعر کا مضمون اِن کے دل و دماغ میں لہریں لیا کرتا تھا ؎

جس توقع پر تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی
جو بھروسا تھا ہمیں وہ آسرا جاتا رہا

صحابۂ کرامؓ اِن کی بہت کچھ تشفی و دلجوئی کرتے تھے۔ مگر طبیعت سنبھلنے میں نہ آتی تھی۔ اور بلالؓ اُن کو یہ جواب دے دیا کرتے تھے ؎

تھمتے تھمتے تھمیں گے آنسو
رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہیں ہے

یہ عجب اتفاق کی بات ہے کہ جملہ صحابۂ عظامؓ بھی آنحضرتؐ سے خاص

محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ لیکن بلال پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کا جو صدمہ گذرا وہ اپنی نوعیت و خصوصیت میں سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔

جناب رسالت مآب صلعم کے بعد حضرت بلالؓ کی طبیعت مدینے سے اُچاٹ ہوگئی۔ بلکہ سچ پوچھیے تو انہیں اپنی زندگی ہی اچھی معلوم نہ ہوتی تھی وہ چاہتے تھے۔ کہ اُن کی جانِ زار جس قدر جلد ہو اسلام پر نثار ہو جائے بلالؓ نے خدا اور رسُول خدا کے عشق میں اپنی ہستی کو فنا کر دیا تھا۔ وہ اگرچہ غلامی سے آزاد ہو گئے تھے۔ لیکن اسلام کی محبّت نے اُنہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا بندۂ بے دام بنا دیا یہی خلوص ہے جو بلالؓ جیسے حبشی غلام اور موذّن کو آج تک اہل دُنیا کی نگاہوں میں ممتاز بنائے ہوئے ہے۔ خدا کے نزدیک بھی بلالؓ کو جو قدر و منزلت ہوگی اُس کا صحیح اندازہ کرنا مشکل ہے۔

حضرت ابو بکر کی خلافت اور بلالؓ

جب رسول خدا کے بعد حضرت ابو بکر صدیق خلیفہ ہوئے۔ تو حضرت بلالؓ ان کی خدمت میں گئے۔ اور عرض کی کہ یا خلیفہ رسول اللہ اب مدینے میں میری طبیعت بہت گھبراتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقامات خالی دیکھ کر مجھے سخت بے چینی رہتی ہے۔ اس لئے آپ مجھے شام کی طرف جانے کی اجازت دیدیجئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا۔ کہ اے بلالؓ تم سچ کہتے ہو۔ مگر میری خواہش یہ ہے کہ تم میرے ہی پاس رہو۔ حضرت بلالؓ نے کہا کہ اگر آپ نے مجھے خدا کے لئے آزاد کیا ہے۔ تو چھوڑ دیجئے اور اگر اپنے نفس کے لئے آزاد کیا ہے تو روک لیجئے۔ اس پر

... نے انہیں شام کی طرف جانے کی اجازت دیدی مگر اسی
سلسلہ میں دوسری روایت یہ بھی ہے کہ بلال رضؓ نے آنحضرت کی وفات
کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے زمانہ خلافت میں بھی اذان دی ہے
جب حضرت بلال رضؓ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو
اُنہوں نے یہ الفاظ کہے تھے۔ کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
کو یہ فرماتے ہوئے" سُنا تھا۔ کہ میری اُمت کے اعمال میں سب سے افضل
جہاد فی سبیل اللہ ہے لہذا میں نے ارادہ کیا ہے کہ محض اللہ اور اُس
کے رسول کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے سرحد پر رہوں۔ یہاں تک
کہ شہید ہو جاؤں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے اِس کے جواب میں فرمایا تھا
کہ اے بلال رضؓ! میں تمہیں اللہ کی قسم دلاتا ہوں۔ اور اپنے حق و حرمت
کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ تم میرے ہی پاس رہو۔ کیونکہ میں اب ضعیف
ہو گیا ہوں۔ اور میری موت کا زمانہ قریب ہے۔ پس حضرت بلال رضؓ حضرت
ابو بکر صدیق رضؓ کے پاس رہ گئے۔ یہ روایت صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ
حضرت ابو بکر صدیق رضؓ حضرت بلال رضؓ کے ولی نعمت تھے۔ اس لئے یہ اُن
کی بات کو کسی حالت میں بھی ٹال نہیں سکتے تھے +

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضؓ مسند خلافت
پر متمکن ہوئے۔ تو بلال رضؓ نے اِن سے بھی وہی درخواست کی جو حضرت
ابو بکر صدیق رضؓ سے کی تھی۔ اِس پر حضرت عمر رضؓ نے پوچھا کہ تمہیں اذان
دینے سے کون سی بات مانع ہے۔ بلال رضؓ نے جواب دیا کہ میں نے ابتدا
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اذان دی۔ یہاں تک کہ اُن
کا وصال ہو گیا۔ پھر میں نے حضرت ابو بکر رضؓ کے حکم سے اذان کہی۔ یہانتک

کہ اُن کی بھی وفات ہوگئی۔ میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُن چکا ہوں۔ کہ جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ لہٰذا اب میں جہاد کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اِس پر حضرت عمرؓ نے زیادہ اصرار نہیں کیا۔ اور بلالؓ کو شام کی طرف جانے کی اجازت دے دی +

حضرت بلالؓ کا نکاح

حضرت ابوالدرداءؓ نے روایت کی ہے۔ کہ جب حضرت عمرؓ فتح بیت المقدس کے بعد مقام جابیہ میں گئے۔ تو بلالؓ نے اِن سے درخواست کی کہ آپ مجھے اور میرے بھائی ابو رویحہ کو شام ہی میں رہنے دیں۔ حضرت عمرؓ نے بلالؓ کی درخواست کو منظور کر لیا۔ چنانچہ بلال اور اُن کے بھائی خالد (ابو رویحہ) خولان کے ایک محلہ میں فروکش ہوئے اور وہاں کے لوگوں سے کہا کہ ہم تمہارے پاس نکاح کی درخواست لے کر آئے ہیں۔ ہم پہلے کافر تھے۔ مگر اب اللہ تعالےٰ نے ہمیں ہدایت کر دی اور ہم مسلمان ہو گئے۔ ہم پیشتر غلام تھے۔ مگر خدا نے ہمیں آزاد کر دیا۔ ہم پہلے فقیر و مفلس تھے۔ اب اللہ تعالےٰ نے ہمیں غنی و تونگر کر دیا۔ پس اگر تم اپنی لڑکیوں کا نکاح ہم سے کر دو تو الحمد للہ۔ اور اگر ہماری درخواست نا منظور کرو تو لاحول ولاقوۃ الّا باللہ +

حضرت بلالؓ نے اپنی اور اپنے بھائی کی درخواستِ نکاح نہایت سادگی و صفائی سے اہل شام کے سامنے پیش کی تھی۔ جس سے اُن کی حق گوئی و راست بازی کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے۔ انہوں نے پیغام نکاح دینے کے ساتھ ہی اپنی غلامی اور آزادی کا بھی کھلے الفاظ میں

تذکرہ کر دیا تھا۔ اور کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی تھی۔ بلالؓ اگرچہ شروع میں قریش کے غلام تھے۔ اور اُن کی مالی حالت بھی اچھی نہ تھی۔ لیکن اسلام قبول کرتے ہی دین کے ساتھ اُن کی دنیا بھی درست ہوتی چلی گئی جس کے لئے خود بلالؓ نے کوئی کوشش نہیں کی۔ بلکہ قدرت نے آپسے آپ ایسے سامان مہیا کر دیئے۔ جو بلالؓ کے لئے فلاح دارین کا موجب ہوئے۔ بظاہر یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی۔ کہ ایک موذّن کس طرح متمول ہو سکتا ہے۔ لیکن ناظرین کرام گذشتہ صفحات میں اس حقیقت سے آگاہ ہو چکے ہیں۔ کہ حضرت بلالؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہ چکے تھے۔ اور مال غنیمت سے جس کی کثرت و قیمت کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ اپنا پورا حصہ پایا کرتے تھے۔ اس لئے ان کے پاس بہت کچھ زر و مال جمع ہو گیا تھا۔ ہر مسلمان خواہ وہ حجاز کا باشندہ تھا۔ یا شام کا۔ حضرت بلالؓ کی حالت وحیثیت سے بخوبی واقف تھا۔ اس لئے اہل شام نے اُن کی زبان سے نکاح کا پیغام سُن کر کسی قسم کی حجت نہ کی اور بغیر پس وپیش اپنی لڑکیوں کا نکاح کر دیا۔

حضرت بلالؓ نے شام میں اپنا نکاح اور ٹھکانا کر لینے کے بعد بھی مسلمانوں کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ بلکہ وہ شام کے اکثر معرکوں میں شریک رہے۔ اور اسلام کا کام اُسی خلوص و دیانت سے انجام دیتے تھے۔ جس کی ابتدا حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہوئی تھی۔ وہ مدینے سے جہاد کے لئے نکلے تھے۔ اور کئی برس تک جہاد ہی کرتے رہے۔

ممکن ہے۔ کہ مندرجہ بالا واقعہ سے بعض نکتہ چین طبایع حضرت بلال رضؓ پر یہ اعتراض کریں۔ کہ وہ شام میں محض نکاح کرنے اور اپنا گھر بسانے کے لئے آئے تھے اور جہاد کا محض بہانہ ہی تھا۔ لیکن شام کے معرکوں سے جن میں حضرت بلالؓ کی شرکت پائی جاتی ہے۔ اس خیال کی بوجہ احسن تردید ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ حضرت بلال رضؓ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور ہم نشینی کا فخر حاصل تھا۔ اور وہ پیغمبر اسلامؐ کے نقشِ قدم پر چلتے تھے۔ پس ایسی حالت میں یہ کیونکر ممکن تھا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی سُنت حضرت بلال رضؓ سے ترک ہو جاتی۔ اگر انہوں نے نکاح کیا تو اس کی خاص وجہ اتباعِ سُنّتِ نبوی تھی ◆

بیت المقدس کی جنگ اور بلالؓ

بیت المقدس کی جنگ حضرت عمر فاروق کے عہد خلافت میں ہوئی تھی۔ اس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ مجاہدین اسلام اپنے پورے ساز و سامان سے بیت المقدس پر حملہ آور ہوئے تھے۔ جب دس دن تک جنگ کا نتیجہ مسلمانوں کی موافقت میں نہ نکلا۔ تو غالبہ بن سالم حضرت ابو عبیدہؓ قاید اعظم مجاہدین کا نشان لے کر آئے۔ جس کے پیچھے مسلمانوں نے بڑے بڑے دلیر و شجاع افسر مثل حضرت خالد بن ولیدؓ۔ عبد الرحمٰن بن ابو بکر صدیقؓ اور حضرت ابو عبیدہ ابن جراحؓ موجود تھے۔ اور ان کے ساتھ مجاہدین کی عظیم جمعیت تھی مسلمانو نے تہلیل و تکبیر کا شور بلند کیا۔ جس سے اہل بیت المقدس کے قلوب

پر خوف طاری ہوگیا۔ اور وہ اپنے شہر کے ایک گرجا میں گئے۔ اس کے بطریق نے پوچھا کہ یہ کیسا شور ہے۔ لوگوں نے جواب دیا۔ کہ مسلمان اپنا بڑا لشکر لے کر ہمارے شہر پر چڑھ آئے ہیں۔ اور اِسے فتح کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بات سُن کر بطریق کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا اور کہنے لگا۔ افسوس صد افسوس! لوگوں نے پوچھا کہ اس یاس و ہراس کی کیا وجہ ہے۔ بطریق نے جواب دیا کہ ہم کو جو علم متقدمین سے بطور وراثت پہنچا ہے۔ اُس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو شخص اس ملک کو فتح کرے گا۔ وہ محمدؐ کا صحابی ہوگا۔ ہمیں اُس کا حلیہ معلوم ہے۔ پس اگر وہی آئے ہیں۔ تو تمہاری ذلّت و ہلاکت قریب ہے اور تم اُن کا مقابلہ ہرگز نہ کر سکو گے۔ میں چاہتا ہوں کہ اُنہیں دیکھوں اگر وہی ہوں گے تو میں اُن سے مصالحت کر لونگا۔ اور اُن کے مطالبات ماننے میں عذر نہ کرونگا۔ اگر کوئی اور شخص ہوگا تو میں شہر کو سپرد کرنے کی صلاح نہ دوں گا۔

اِس کے بعد وہ بطریق اور اُس کے ساتھی اُٹھ کھڑے ہوئے اُنہوں نے صلیبیں بلند کر رکھی تھیں۔ اور انجیل کھولے ہوئے تھے یہ گروہ شہر پناہ کی دیوار پر آیا۔ اِسے دیکھتے ہی مسلمانوں نے زور شور سے حملہ کیا۔ اس پر ایک رومی نے جو بطریق کے آگے آگے چلتا تھا مسلمانوں سے پکار کر کہا کہ تم لوگ لڑائی سے باز رہو۔ ہم کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ یہ سُن کر مسلمانوں نے جنگ موقوف کر دی۔ اِس کے بعد ایک رومی نے عربی زبان میں کہا کہ اے مسلمانو! ہم تمہارے سردار کو دیکھنا چاہتے ہیں اگر اس میں وہ صفات پائی گئیں جو ہمیں معلوم ہیں تو ہم تم

سے جنگ نہ کریں گے اور شہر تمہارے حوالے کر دیں گے۔ ورنہ

پھر ہمارا تمہارا فیصلہ تلوار سے ہوگا +

اہل اسلام رومی کا یہ قول سُن کر حضرت ابو عبیدہؓ ابن جراح کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کہ اُس وقت لشکر اسلام کے قاید اعظم وہی تھے۔ اور اُن سے رومی کی گفتگو کی مفصل کیفیت بیان کی۔ حضرت ابو عبیدہؓ اپنی جگہ سے چلے اور اُن لوگوں کے سامنے آئے۔ اُنہوں نے اِن کو خوب غور سے دیکھا اور چند منٹ کے بعد کہہ دیا کہ اے اہل بیت المقدس تمہیں مژدہ ہو کہ یہ شخص نہیں ہے جو بیت المقدس کو فتح کریگا بلکہ یہ کوئی اور مسلمان ہے۔ اِس لئے اب تمہارے لئے جنگ ضروری ہے یہ سُنتے ہی رومیوں نے نعرہائے کفر بلند کئے۔ اور نہایت زور شور کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں نے بھی سختی سے مقابلہ کیا۔ جب حضرت ابو عبیدہؓ اپنے لشکر میں واپس آئے تو خالد ابن ولید نے اُن سے پوچھا کہ فرمایئے۔ آپ کے ساتھ کیا معاملہ گذرا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے جواب دیا کہ میں اِس کے سوا اور کچھ نہیں جانتا کہ جب میں اُن لوگوں کے پاس پہنچا تو اُنہوں نے چند منٹ تک میری طرف غور سے دیکھا اور اس کے بعد غل مچا دیا۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے کہا کہ اگرچہ اس وقت رومیونکی کاروائی کا مطلب ظاہر نہیں ہوا۔ لیکن قیاساً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُن لوگوں نے کوئی تجویز سوچی ہے۔ جس سے ہم انشاء اللہ تعالےٰ بعد میں واقف ہوں گے +

اس گفتگو کے بعد مسلمانوں کو عام حملہ کا حکم دیا گیا اور یمن کے

تیراندازوں نے تیر چلانے شروع کر دیئے۔ راویوں نے بیان کیا، کہ یہ تیر اندازی نہایت کارگر و موثر ثابت ہوتی تھی۔ اور اکثر رومی شہر پناہ کی دیوار سے نیچے گرتے دکھائی دیتے تھے۔ جب اہل بیت المقدس نے محاصرہ کی یہ شدت دیکھی تو وہ پھر اُسی بطریق کے پاس پہنچے جس نے حضرت ابو عبیدہ کو بُلا کر دیکھا تھا۔ لہٰذا اُس سے جا کر کہا کہ مسلمانو کا محاصرہ سخت ہوتا جاتا ہے۔ کوئی دن ایسا نہیں گذرتا۔ جس میں ہمارے بہت سے آدمی نہ مارے جاتے ہوں۔ مُسلمانوں کے بھی اکثر آدمی کام آتے ہیں۔ لیکن اِس نقصان سے اُن کے حوصلہ و ارادہ میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اب ہماری حالت روز بروز نازک ہوتی جاتی ہے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم مسلمانوں کے پاس جا کر دریافت کرو کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ اگر اُن کے مطالبے معمولی ہوئے تو ہم مان لیں گے ورنہ آخر دم تک لڑیں گے ×

بطریق یہ سُن کر پورے تزک و احتشام سے مُسلمانوں کے لشکر کی طرف آیا۔ اور حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا کہ آپ اپنے مطالبات پیش کریں۔ حضرت ابو عبیدہ نے جواب دیا۔ کہ ہمارے حسب ذیل تین مطالبے ہیں :۔

(۱) تم لوگ خدا کی وحدت اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرو ×

(۲) تم ہمیں جزیہ دو اور ہم سے صلح کر لو ×

(۳) اگر یہ دونوں باتیں منظور نہ ہوں۔ تو پھر ہم تم سے جنگ کریں گے یہاں تک کہ تم ذلیل و خوار ہو جاؤ ×

بطریق نے کہا کہ ہمیں تیسری بات منظور ہے۔ یعنی جنگ۔ کیونکہ
جو شخص ہمارے شہر کو فتح کرے گا۔ اُس کی تعریف اور اُس کا نام ہم اپنی
کتاب میں لکھا پاتے ہیں۔ اور تم میں وہ اوصاف نہیں ہیں۔ حضرت
ابو عبیدہ نے کہا کہ اُس کا کچھ وصف تو بیان کرو۔ بطریق نے جواب دیا
کہ اِس شہر کو جو شخص فتح کرے گا۔ وہ محمدؐ کا صحابی ہو گا۔ اور اُس کا نام
عمر بن خطابؓ المعروف بہ فاروق ہو گا۔ وہ خدا کے کاموں میں نہایت
سخت آدمی ہوں گے ؛

حضرت ابو عبیدہؓ نے بطریق کی یہ گفتگو سُن کر تبسّم فرمایا۔ اور کہا
کہ خدا کی قسم ہم نے شہر کو فتح کر لیا۔ حضرت عمر فاروقؓ ہمارے خلیفہ اور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ بطریق نے کہا تو بس فیصلہ
ہو گیا۔ تم انہیں یہاں بُلا لو۔ ہم اُن کی شناخت کرتے ہی شہر تمہارے سپرد
کر دیں گے۔ اُن کی آمد تک لڑائی موقوف رہے ؛

حضرت ابو عبیدہؓ نے لشکر میں واپس آکر یہ تمام کیفیت اپنے
مجاہدین سے بیان کی اور بالاتفاق یہ رائے قرار پائی کہ حضرت امیرالمومنین
کی خدمت میں عریضہ روانہ کیا جائے۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے ایک
خط میں مفصل کیفیت لکھ کر حضرت عمرؓ کے پاس ایک خاص قاصد روانہ
کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے خط پڑھتے ہی فوراً روانگی کی تیاری شروع کر دی
اور چند روز کے بعد شام تشریف لے آئے۔ جب حضرت عمر فاروقؓ
کی سواری لشکر مجاہدین سے چند میل کے فاصلہ پر رہ گئی۔ تو سب مسلمانوں نے
استقبال کا ارادہ کیا۔ مگر حضرت ابو عبیدہ نے روک دیا۔ اور خود ایک
مختصر سی جمعیت ہمراہ لیکر امیرالمومنین کی پیشوائی کو روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ

دونوں ایک دوسرے کے قریب پہنچ گئے۔ حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عمرؓ کو دیکھتے ہی اپنی اونٹنی بٹھائی۔ اسی طرح حضرت عمرؓ بھی سواری سے اُتر پڑے اور دونوں نے معہ ہمراہیاں باہم ملاقات کی۔ اس کے بعد سب کے سب سوار ہو کر چل دیئے۔ ابو عبیدہؓ اور حضرت عمر فاروقؓ آگے آگے تھے اور باتیں کرتے جاتے تھے۔ جب صبح کا وقت قریب آیا تو ایک جگہ قیام کیا اور حضرت عمرؓ نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی اور اس کے بعد خطبہ سُنایا۔ حضرت ابو عبیدہ حضرت عمر فاروقؓ کو رومیو کی لڑائی کی کیفیت سُناتے رہے اور حضرت عمرؓ خاموشی سنتے رہے اسی گفت و شنید میں ظہر کا وقت قریب آ گیا۔

حُسن اتفاق سے حضرت بلالؓ بھی جو ملک شام میں مقیم تھے حضرت عمرؓ کی تشریف آوری کی خبر سُن کر اس موقع پر پہنچ گئے تھے۔ ان کی آمد پر بہت سے مسلمان حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ یا امیر المومنینؓ آپ ہماری طرف سے بلالؓ سے استدعا کیجئے کہ وہ ظہر کی اذان دیں۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت بلالؓ بیت المقدس میں پہلے ہی سے موجود تھے۔ یعنی جب اُن کو مسلمانوں کے بیت المقدس پر حملہ آور ہونے کی اطلاع ملی تو وہ شام روانہ ہو کر لشکر مجاہدین میں پہنچ گئے تھے اور حضرت عمرؓ کے تشریف لانے تک کئی مرتبہ مسلمانوں کی معیت میں رومیوں سے جنگ کر چکے تھے۔ اس وقت اُنہیں ابو عبیدہؓ اپنے ساتھ لے گئے تھے تا کہ حضرت عمرؓ سے ان کی خاص طور پر ملاقات ہو جائے۔ مسلمانوں کی درخواست پر حضرت عمرؓ نے بلالؓ کو طلب کیا اور اُن سے کہا کہ اے بلالؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب

چاہتے ہیں کہ تم اس وقت اذان کہکر انہیں آنحضرتؐ کا زمانہ یاد دلاؤ۔
بلالؓ نے جواب دیا کہ میں آپ کا ارشاد بجالاؤں گا ✤

حضرت بلالؓ کی اذان اور اُس کا اثر

چند منٹ کے بعد حضرت بلالؓ اذان دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ جب انہوں نے پہلی مرتبہ "اللہ اکبر اللہ اکبر" کہا تو تمام مسلمانوں کے بدن کانپنے لگے۔ جب دوسری دفعہ اس کلمہ کی تکرار کی تو سوز و گداز میں اور ترقی ہوئی اور جب اس کے بعد انہوں نے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللہ تو مسلمانو کی طبیعتیں بالکل بے قابو ہوگئیں اور چاروں طرف سے گریہ وزاری کی آوازیں آنے لگیں قریب تھا کہ مسلمانوں کے قلوب پھٹ جائیں ✤

یہ حالت دیکھکر حضرت بلالؓ اذان کا سلسلہ اسی جگہ قطع کر دینا چاہتے تھے۔ مگر خیر انہوں نے اذان کو پورا ہی کر دیا۔ علامہ شبلی نعمانیؒ نے اسی اذان کے متعلق اپنی کتاب "الفاروق" میں لکھا ہے کہ

"بلال نے اذان دینی شروع کی تو تمام صحابہ کو رسول اللہ کا عہد مبارک یاد آگیا اور رقت طاری ہوئی۔ ابو عبیدہؓ اور معاذ بن جبلؓ روتے روتے بیتاب ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کی ہچکی لگ گئی اور دیر تک ایک اثر رہا۔"

حضرت بلالؓ اذان ختم کر چکے تو حضرت عمرؓ نے نماز پڑھائی ✤

حضرت عمرؓ سے بلالؓ کی ایک شکایت

نماز کے بعد حضرت بلالؓ نے حضرت عمر فاروقؓ سے کہا کہ یا امیرالمومنین

لشکرِ شام میں جو افسر ہیں وہ پرندوں کا گوشت اور عمدہ آٹے کی روٹیاں کھاتے ہیں اور عام اہلِ اسلام ان چیزوں سے محروم رہتے ہیں حضرت عمرؓ افسروں کی طرف متوجہ ہوئے تو یزید بن ابی سفیان نے کہا کہ اس ملک کا نرخ ہمارے ملک سے ارزاں ہے۔ وہاں جس قیمت پر روٹی اور کھجور ملتی ہے۔ یہاں اُسی قیمت پر پرندوں کا گوشت اور اچھا آٹا میسر آسکتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے افسروں سے کچھ نہیں کہا لیکن یہ حکم دیدیا کہ مالِ غنیمت اور تنخواہ کے علاوہ سپاہیوں کی رسد بھی مقرر کر دی جائے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ فرمایا کہ میں یہاں سے اُس وقت تک نہ جاؤں گا جب تک غریب مسلمانوں کی خوراک وغیرہ کا معقول اور قابلِ اطمینان بندوبست نہ ہو جاوے۔ چنانچہ حکم دیا گیا کہ دیہات و مضافات سے تمام نادار و محتاج مسلمان بلائے جائیں۔ جب یہ لوگ جمع ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے خطاب کر کے فرمایا کہ گیہوں جَو۔ شہد۔ زیت۔ مسورا اور سرکہ وغیرہ کی قسم سے جملہ اشیائے خوردنی تم لوگوں کو تمہارے سرداروں کی معرفت ملیں گی۔ اس کے سوا میں بیت المال سے بھی میں تمہاری مدد کرونگا۔ اگر تمہارے سردار یہ چیزیں تمہیں نہ دیں یا کسی وقت موقوف کر دیں تو تم مجھے اطلاع دینا۔ میں جس سردار کی فروگذاشت دیکھوں گا اُسے معزول کر دوں گا ایک حضرت بلالؓ کی بدولت بہت سے غریبوں کا بھلا ہو گیا ؂

اِس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے اور اُس مقام پر پہنچے جہاں حضرت ابو عبیدہؓ کی فرودگاہ تھی۔ یہاں اُنہوں نے چار رکعت نماز پڑھی اور مسلمانوں میں تہلیل و تکبیر کا شور

بلند ہوا جسے سُنکر اہل بیت المقدس حیران و ششدر رہ گئے اُن کے
بطریق نے لوگوں سے کہا کہ دیکھو یہ بغیر جنگ کے مسلمانوں نے کیا
شور مچایا ہے چند رومی شہر پناہ کی دیوار پر آئے تو انہیں اصل حقیقت
معلوم ہوئی اور انہوں نے بطریق سے جاکر کہا کہ مسلمانوں کے خلیفہ
عمرؓ بن خطاب آئے ہیں۔ مسلمان اُن کی آمد پر اظہار مسرت کر رہے ہیں*

صبح کے وقت حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح نے اہل بیت المقدس کے
پاس اپنا ایلچی بھیجا اُس نے رومیوں کو حضرت عمرؓ کی آمد کی اطلاع دی
اور پوچھا کہ کہو اب تم لوگوں کا کیا ارادہ ہے رومیوں نے فوراً بطریق کو
آگاہ کیا وہ یہ خبر سنتے ہی صلیبیں وغیرہ لگا کر خوب ٹھاٹھ سے برآمد ہوا۔
اس کے ساتھ بیت المقدس کا حاکم اور اس کے علاوہ بہت سے
جلیل القدر افسر تھے۔ جب بطریق سامنے آیا تو حضرت ابو عبیدہؓ نے
کہا کہ ہمارے سردار تشریف لائے ہیں۔ تم ان سے ملو اور اپنا وعدہ
وفا کرو۔ بطریق نے کہا۔ اچھا تم اُنہیں شہر کے قریب لاؤ۔ حضرت
ابو عبیدہ نے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی اور خلافت مآب چلنے پر آمادہ
ہوئے۔ روانگی کے وقت بعض مسلمانوں نے عرض کی کہ یا امیر المومنینؓ!
آپ اُن لوگوں کی طرف تنہا تشریف لے جاتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو
وہ آپ سے دغا کریں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ کچھ پرواہ نہیں مسلمانوں کو
خدا پر بھروسا کرنا چاہیئے۔ اس وقت حضرت عمرؓ کے ساتھ ابو عبیدہؓ کے سوا
کوئی نہ تھا۔ جب حضرت عمرؓ قریب پہنچے تو بطریق نے ایک غائر نظر ڈالی
اور باآواز بلند پکار اُٹھا کہ خدا کی قسم وہ شخص یہی ہیں جنکی تعریف کتابوں میں
لکھی ہے بے شک یہی ہمارے شہر کو فتح کریں گے۔ یہ محمدؐ بن عبداللہ

کے صحابی ہیں اس کے بعد بطریق نے اہل بیت المقدس سے کہا کہ کھول دو دروازے شہر کے اور جاؤ تم ان کے پاس اور طلب کرو ان سے امان ✦

حضرت عمرؓ یہ حالت دیکھکر اپنے اونٹ کے پالان پر سجدے میں گر پڑے اور رومیوں سے فرمایا کہ اگر تم لوگ جزیہ دینے کا اقرار کرو گے تو ہم تمہیں امان دیں گے۔ اس کے بعد رومی شہر میں واپس چلے گئے اور حضرت عمرؓ نے رات اپنے خیمہ گاہ میں بسر کی۔ اور اگلے روز صبح کے وقت بیت المقدس میں داخل ہو گئے۔ اور ایک جگہ محراب کا نشان بنایا اور اس طرح مسجد قایم کر کے مسلمانوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی۔ جب مسلمان مصروف نماز تھے تو رومیوں نے اُن پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن بعض ذی فہم اشخاص نے اُنہیں روک دیا اور کہا کہ اس کا نتیجہ تمہارے لئے خواری اور رسوائی کے سوا اور کچھ نہ ہو گا ✦

حضرت بلالؓ بیت المقدس کی لڑائی میں اول سے آخر تک شریک رہے اور اُنہوں نے امور اسلام کی انجام دہی میں کبھی پس و پیش نہ کیا ✦

جنگ قیساریہ میں حضرت بلالؓ کی شرکت

اس جنگ کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ قیساریہ کے سر لشکر حضرت عمروؓ بن العاص تھے۔ جب ان کی آمد کی اطلاع قسطنطین پسر ہرقل کو ہوئی تو اُس نے ایک مخبر کو مسلمانوں کے لشکر کی تعداد اور سامان وغیرہ دریافت کرنے پر مامور کیا۔ یہ مخبر مسلمانوں کے لشکر کے قریب پہنچا اور اُس نے جملہ اشیاء پر نظر ڈالی کہ ناگہاں اُس کا گذر اہل یمن میں ہوا۔

جو آگ روشن کئے بیٹھے تھے۔ وہ کچھ عرصہ تک ان کی باتیں سنتا رہا۔
مگر جب اُٹھنے کا ارادہ کیا تو اُس کا پاؤں دامن میں اُلجھ گیا۔ اس وقت
اس کی زبان سے بیساختہ کلمہ کفر نکل گیا۔ اہل یمن نے اسس کو فوراً
جاسوس سمجھکر پکڑ لیا اور قتل کر دیا۔ جب حضرت عمروؓ بن العاص کو جاسوس
کے مارے جانے کی اطلاع ہوئی تو آپ اہل یمن پر بہت ناراض ہوئے
اور فرمایا کہ تم نے مخبر کو قتل کیوں کر دیا اُسے میرے پاس کیوں نہ لائے
کہ میں اُس سے دشمن کی تیاری کا حال پوچھتا۔ آیندہ جو نیا آمی یا مخبر کسی کو
ملے وہ ہرگز ہرگز ہلاک نہ کیا جائے بلکہ میرے سامنے پیش کیا جائے
اِدھر تو یہ قصہ ہوُا۔ اُدھر جب جاسوس کی واپسی میں غیر معمولی تاخیر ہوئی
تو قسطنطین کو اُس کے مارے جانے کا شبہ ہوُا۔ اور اُس نے دریافت
حال کے لئے ایک اور جاسوس روانہ کر دیا۔ وہ مسلمانوں کے لشکر کے
قریب پہنچا اور دیکھ بھال کے بعد بادشاہ سے جاکر کہا کہ مسلمانوں کی تعداد
پانچ ہزار کے قریب ہے۔ قسطنطین نے کہا قسم ہے مسیح کی۔ میں ان سے
ضرور جنگ کروں گا۔ اس کے بعد اُس نے اپنے تمام بطریقوں اور سرداروں
کو جمع کیا اور دس ہزار جنگجوؤں کی ایک جماعت ترتیب دے کر
ایک عیسائی افسر کو اُس پر مامور کیا۔ اور اتنی ہی جماعت کا سردار
ایک رومی کو بنایا اور باقی لشکر کی قیادت اپنے متعلق رکھی اس طرح
قسطنطین پورے آلات و سامان سے مسلح ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ کو
نکلا۔

یسار بن عون کا قول ہے کہ دیکھا ہم نے رومیوں کا پہلا لشکر
دس ہزار کی تعداد میں۔ مسلمانوں کی تعداد پانچ ہزار تھی اس لئے وہ

رومیوں کو دیکھ کر خوش ہوئے کہ ایک ایک مسلمان دو دو رومیوں کو آسانی سے مار ڈالے گا۔ لیکن فوراً ہی دس ہزار سواروں کے ساتھ رومیوں کا دوسرا لشکر نمودار ہوُا۔ اب مسلمانوں کو کسی قدر فکر ہوئی اور بظاہر فکر کی بات بھی تھی کیونکہ اپنے سے چوگنے لشکر کا مقابلہ کرنا سہل نہ تھا۔ لیکن حضرت عمرو بن العاص نے کچھ پروانہ کی اور مسلمانوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ "اے مسلمانو! جان لو تم اس بات کو کہ جو شخص خدا اور آخرت پر بھروسا رکھتا ہے وہ دشمن کی کثرت تعداد سے نہ ڈریگا اُس آدمی کی حالت بہت اچھی ہے جو کفار کی صفوں میں مارا جائے۔ وہ ہمیشہ زندہ رہے گا اور اُس کے واسطے جنّت ہوگی۔ اگر تم جلدی نہ کرتے جاسوس کی ہلاکت میں تو وہ ہمیں لشکر کفار کی کثرت وکیفیت سے آگاہ کرتا۔ خدائے غالب و برتر کا حکم مغلوب نہیں ہوتا"۔

اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص نے اپنے افسروں سے پوچھا کہ اگر تم لوگوں کی رائے ہو تو حضرت ابو عبیدہ سے فوجی مدد مانگی جائے۔ کیونکہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے اس پر ربیعہ بن عامر نے کہا کہ اے عمرو بن العاص ہم تمہارے ساتھ ہیں پس تم کسی طرح کی فکر نہ کرو اور دشمن کی طرف بڑھو۔ خدا اس معرکہ میں بھی ہماری اُسی طرح مدد کریگا جس طرح اس سے پہلے معرکوں میں کر چکا ہے۔ ہمیں اُسی پر بھروسا رکھنا چاہیئے۔

حضرت عمرو بن العاص نے ربیعہ کی گفتگو کو غور سے سُنا اور فرمایا۔ خدا کی قسم تم نے بہت سچ کہا ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں کو تیاری کا حکم دیا گیا اور تہلیل و تکبیر کے نعرے بلند کئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

درود بھیجا۔ یہ آوازیں دشت و جبل میں گونج اُٹھیں۔ اور انہوں نے رومیوں کے قلوب پر ہیبت طاری کر دی۔ چنانچہ قسطنطین نے لشکر مجاہدین پر نظر ڈالی تو اُسے ان کی تعداد پانچ ہزار سے زیادہ دکھائی دی اور اُس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ مسلمان بہت زیادہ ہیں۔ جب باہان ارمنی دس لاکھ فوج سے اُن کا کچھ نہ کر سکا تو میں ان پر کیونکر غالب آسکوں گا۔ خیر کچھ مضائقہ نہیں میں کچھ دھوکا کروں گا +

اس کے بعد اُس نے اپنے ایک افسر کو بلایا اور اُس سے کہا کہ تم مسلمانوں کی طرف جاؤ اور اُن سے کہو کہ بادشاہ ایک ایسے واقف الحال اور فصیح البیان اور شریف النسب کو طلب کرتا ہے جو اُس کی باتوں کا بوجہ احسن جواب دے سکے۔ جب قسطنطین کا قاصد مسلمانوں کے لشکر میں آیا تو اُس نے چلا کر کہا کہ مجھے بادشاہ قسطنطین نے تمہارے پاس بھیجا ہے وہ تم سے صلح کرنا چاہتا ہے اور اس امر کا خواہاں ہے کہ تم اپنا ایک ہوشیار اور معزز سردار گفت و شنید کی غرض سے اُس کے پاس بھیجو۔ سب مسلمان رومی قاصد کا یہ کلام سُن رہے تھے۔ آخر حضرت عمرو بن العاص نے مسلمانوں سے پوچھا کہ تم میں سے کون شخص یہ خدمت بجا لائے گا حضرت بلالؓ فوراً آگے بڑھ کر بول اُٹھے کہ یہ کام میں انجام دوں گا حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا کہ اے بلالؓ! تمہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے رنج مفارقت نے شکستہ حال کر رکھا ہے قطع نظر اس سے تم حبشی ہو اہل عرب سے نہیں ہو اس لئے تم جا کر کیا کرو گے۔ مگر حضرت بلالؓ نہ مانے اور کہا قسم ہے تم کو حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ اس کام کے لئے تم مجھے ہی روانہ کرو۔ حضرت عمرو بن العاص نے

جواب میں فرمایا کہ تم نے مجھے بہت بڑی اور بزرگ قسم دلائی ہے
اس لئے میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ تم جاؤ اور حق تعالیٰ سے اعانت
طلب کرو۔ جواب میں فصاحت سے کام لو اور شریعت اسلام کی بزرگی
و برتری ظاہر کرو۔ حضرت بلالؓ نے کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہوگا +

حضرت بلالؓ اس روز ایک قمیص پہنے ہوئے تھے اور اُن کے
سر پر صوف کا عمامہ تھا اپنی تلوار اور توشہ دان کو کندھے پر لٹکائے
ہوئے تھے اور عصا ان کے ہاتھ میں تھا جب وہ مسلمانوں کے لشکر
سے نکل کر چلے تو رومی سردار کو بہت افسوس ہوا اور اُس نے اپنے
دل میں خیال کیا کہ مسلمان ہماری چنداں توقیر و عزت نہیں کرتے
اسی لئے اپنا ایک حبشی غلام ہمارے بادشاہ کے پاس بھیجنے کو تجویز
کیا ہے۔ قاصد نے حضرت بلالؓ سے رستے ہی میں کہا کہ تم واپس جاؤ
اور اپنے سردار سے کہو کہ بادشاہ کسی سردار سے گفتگو کرنا چاہتا ہے +

حضرت بلالؓ نے اُسے جواب دیا کہ میں رسول اللہ صلعم کا مؤذن
ہوں اور تمہارے بادشاہ کی ہر بات کا معقول جواب دے سکتا ہوں
قاصد نے کہا اچھا تم یہیں قیام کرو میں بادشاہ سے پوچھ کر آتا ہوں
قاصد نے قسطنطین سے جا کر کہا کہ اے بادشاہ مسلمانوں نے تیرے
پاس گفت و شنید کے لئے اپنے ایک غلام کو بھیجا ہے اور یہ کارروائی
اُنہوں نے اس وجہ سے کی ہے کہ وہ ہمیں وقیع و معزز نہیں سمجھتے۔
اُنہوں نے جس غلام کو بھیجا ہے وہ سیاہ رنگ۔ دراز قامت اور
بڑے ڈیل ڈول کا آدمی ہے۔ محمدؐ کے زمانے میں اذان دینے کا کام
اسی کے سپرد تھا۔ جب قسطنطین نے حضرت بلالؓ کی صورت و حالت کی

کیفیت سنی تو وہ کچھ ڈر سا گیا اور قاصد سے کہا کہ تو جا کر اس غلام کو واپس کر دے۔ چنانچہ قاصد حضرت بلالؓ کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ بادشاہ تم سے گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔ تم جا کر اپنے سردار سے کہہ دو کہ وہ کسی معزز آدمی کو گفتگو کے لئے بھیجے۔ حضرت بلالؓ شکستہ دلی کے ساتھ واپس آئے اور حضرت عمرو بن العاص سے تمام کیفیت بیان کر دی +

اس موقع پر بے نیل مرام واپس آنے سے بظاہر حضرت بلالؓ کی منقصت کا پہلو نکلتا ہے۔ لیکن اگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو اس کارروائی سے قدرت نے بلالؓ کی عزت و حیثیت میں کئی درجہ کا اضافہ کر دیا۔ اِن کے رومیوں کو خود بخود یہ احساس ہوا۔ کہ مسلمانوں کے دل سے ہماری توقیر و عزت اٹھ گئی۔ اسی لئے اُنہوں نے ازراہ ذلت وحقارت ہمارے بادشاہ سے گفت و شنید کے لئے اپنے غلام کو بھیج دیا۔ ایک سرکش اور مغرور دشمن کے دل میں یہ خیال آنا ازروئے سیاست نہایت معنی خیز ہے۔ اس کے علاوہ حضرت بلالؓ کی شکل و صورت اور ظاہری وضع و قطع بھی رومیوں پر اثر ڈالنے والی ثابت ہوئی۔ بیچارے رومیوں کو کیا خبر تھی۔ کہ اسلام نے محمود اور ایاز کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا۔ اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے آقا اور غلام میں کچھ فرق نہیں رکھا +

اس کے بعد خود حضرت عمرو بن العاص روانگی پر آمادہ ہوئے اور اُنہوں نے شرجیل بن حسنہ کاتب رسول اللہ سے فرمایا۔ کہ اب میں خود اُس کے پاس جاتا ہوں۔ اور اپنی جگہ تمہیں مسلمانوں کا افسر مقرر کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص نے ایک عمامہ باندھا۔ بغل

میں تلوار لٹکائی۔ اور رکاب میں نیزہ لگایا۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر چلے قسطنطین کا قاصد انہیں دیکھ کر مسکرایا۔ حضرت عمرو نے اس سے ہنسی کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ تمہارے لباس اور ہتھیار دیکھ کر ہنسا ہوں۔ اس پر حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا کہ ہتھیار لگانا اہل عرب کی خصوصیات میں داخل ہے یہ مجھے اس وقت مدد دیں گے جب تم مجھ سے فریب کرو گے۔ قاصد قسطنطین کے پاس گیا۔ اور اسے حضرت عمرو بن العاص کی آمد سے مطلع کیا۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ جس حالت میں ہیں میرے پاس لے آؤ۔ جب حضرت عمرو قسطنطین کے خیمہ کے قریب پہنچے تو گھوڑے سے اتر کر پیدل چلنے لگے۔ اور آمنا سامنا ہونے پر ایک نے دوسرے کو سلام کیا۔ بادشاہ نے حضرت عمرو بن العاص کے لئے تخت پر جگہ خالی کی۔ مگر انہوں نے بیٹھنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ خدا کا فرش یعنی زمین تیرے فرش سے پاک ہے۔ جسے خدا نے ہمارے لئے مباح کر دیا ہے۔ یہ کہہ کر حضرت عمرو بن العاص زمین پر چار زانو بیٹھ گئے۔ اپنے نیزے کو اپنے آگے اور تلوار کو اپنی زانو پر رکھ لیا۔ اس کے بعد قسطنطین سے کہا کہ تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہو قسطنطین نے ایک طویل گفتگو کے بعد حضرت عمرو بن العاص ہی کا مافی الضمیر معلوم کرنے کی کوشش کی۔ حضرت عمرو نے فرمایا کہ بس تین باتیں ہیں یا تو تم مسلمان ہو جاؤ۔ یا جزیہ دو۔ ورنہ ہم سے لڑو قسطنطین نے اسلام لانے اور جزیہ دینے سے انکار کیا۔ تو حضرت عمرو بن العاص بڑی پھرتی اٹھ کر اپنے گھوڑے کی طرف بڑھے۔ اور اس پر سوار ہو کر چند منٹ کے

خدا کا شکر ادا کیا ۔

اس کے بعد مسلمانوں اور رومیوں میں گھمسان کا رن پڑا۔ رومیوں کے بہت سے جلیل القدر افسر مارے گئے۔ آخر قسطنطین نے اپنے حواریوں سے کہا کہ یہ لوگ بڑے سخت ہیں۔ ان کا مغلوب ہونا بڑا مشکل ہے۔ اس لئے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم یہاں سے کوچ کر جائیں۔ قسطنطین کے ساتھیوں نے جان بچتی دیکھ کر بغیر تامل یہ تجویز منظور کر لی۔ اور رات کے وقت رومیوں کا لشکر فرار ہو گیا۔ سعید بن جابر کا قول ہے کہ ہم نے صبح کو آفتاب نکلنے پر دیکھا۔ تو رومیوں کا کہیں نام و نشان تک نہ پایا۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص نے حضرت ابو عبیدہؓ کی خدمت میں مسلمانوں کے منصور و مظفر ہونے کی اطلاع بذریعہ قاصد بھیجی +

حضرت بلالؓ کے جہاد کی نوعیت

ناظرین کرام کو گذشتہ صفحات کے ملاحظہ سے بخوبی واضح ہو گیا ہو گا۔ کہ حضرت بلالؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات تک قریباً تمام غزوات میں شریک رہے۔ اور اُس کے بعد اپنی زندگی بھر مسلمانوں کے دوش بدوش علاقۂ شام میں مشرکوں سے جنگ کرتے رہے۔ اس لئے اِن کے مجاہد کبیر ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ یہ اور بات ہے۔ کہ وہ حضرت عمرؓ بن خطاب۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ۔ حضرت عمرو بن العاص حضرت خالدؓ بن ولید۔ ضرار بن الازور۔ شرجیل بن حسنہ اور حضرت

ابو عبیدہ بن الجراح وغیرہ کی طرح تن تنہا کفار کے مقابلہ پر بہت کم نکلے
ہیں۔ یعنی جب کوئی مشرک میدان جنگ میں آکر مبارز طلب ہوا تو جہاں تک
واقعات وحالات سے پتا چلتا ہے۔ حضرت بلال کبھی اُس سے لڑنے کو
نہیں نکلے۔ مگر اِس سے اُن کی شجاعت وشہامت میں کسی قسم کا خلل
نہیں پڑ سکتا۔ کیونکہ بفضلہ تعالےٰ صحابۂ عظام کی تعداد ہزاروں سے
متجاوز تھی۔ اِس لئے اِن میں سے ہر شخص کو دشمن سے تن تنہا جنگ
کرنے کا موقع بمشکل میسر آسکتا تھا۔ مخالف کی طرف سے عموماً وہی
شخص میدان جنگ میں نبرد آزمائی کے لئے آتا تھا۔ جسے اپنی قوت و
شجاعت پر پورا بھروسا ہوتا تھا۔ اِس کے جواب میں مسلمانوں کی طرف
سے بھی ایسا ہی مرد میدان مقابلہ کو نکلتا تھا۔ جس پر مسلمانوں کو پہلے
سے اعتبار ہوتا تھا۔ اور جس کے فنونِ حرب کا کئی بار تجربہ ہو چکتا تھا
ورنہ صحابہؓ میں بلحاظ شجاعت ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر تھا۔ اور
اِن میں سے ہر ایک نے اپنی جان کو خدا اور اس کے رسُول کے
نام پر فروخت کر دیا تھا۔ حضرت بلالؓ اکثر غزوات میں شریک رہ کر
دیکھ چکے تھے۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کس تیاری۔ مستعدی
اور اولوالعزمی کے ساتھ کفار سے جنگ کیا کرتے تھے۔ غزوۂ احد
میں آنحضرتؐ کو جو سانحۂ دلگداز پیش آیا وہ اِس امر کی بین دلیل ہے
کہ رسالت مآبؐ اسلام اور خدا کی راہ میں سخت سے سخت تکلیف و
اذیت برداشت کرنے پر آمادہ رہتے تھے۔ پس جن لوگوں کو ایسے
ہادیِ برحق کی ہم نشینی اور غلامی کا فخر حاصل ہو۔ وہ اسلام اور خدا کے

آدمی تھے۔ اگر اُن میں خدمت گذاری اور جاں نثاری کا بیش از بیش جذبہ نہ ہوتا۔ تو اور کس میں ہوتا۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی تک تو بلالؓ ایک وفادار و جان نثار خادم کی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع فرمان رہے یعنی اپنی ذاتی خواہش سے انہیں کوئی کام انجام دینے کی ضرورت نہ تھی۔ صرف آنحضرتؐ کے اشارے پر چلنا اِن کا خاص مقصد تھا۔ مگر اس حالت میں کیسے کیسے نظارے اُن کے پیش نظر رہتے تھے۔ ظاہر ہے کہ بعثت کے بعد رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا بڑا حصہ غزوات میں صرف ہوا تھا۔ اور دربار نبویؐ میں شب و روز یہی مشغلے تھے۔ کہ آج کسی جگہ جہاد پر جانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ آج کہیں سے مالِ غنیمت آ رہا ہے آج سامانِ حرب کی فراہمی کا انتظام ہے۔ آج میدان جنگ میں استعمال کرنے کے لئے جھنڈے تیار ہو رہے ہیں۔ یہ سب باتیں حضرت بلالؓ کے سامنے ہوا کرتی تھیں۔ جس سے اِن کا متاثر ہونا لازمی تھا۔ اور وہ خود بھی اِن امور میں ذوق شوق سے حصہ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حارث بن حسان سے روایت ہے۔ کہ "جب میں مدینہ منوّرہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ مسجد لوگوں سے بھری ہوئی ہے اور سیاہ جھنڈا لہرا رہا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم عمرو بن العاص کو جہاد کے لئے کسی طرف بھیجنے والے ہیں۔ یہ اُن کی روانگی کا جلسہ ہے۔ بلالؓ اِس وقت تلوار لئے ہوئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے تھے"۔

گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک بلالؓ کی حالت

اِس مصرع کی مصداق تھی ع،

کرلیا کام وہی جس کا ہمیں حکم ملا

لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اِن کے طبعی رجحان کا پورا اندازہ ہؤا جبکہ اُنہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ سے جہاد میں شریک ہونے پر اصرار کیا۔ اگر حضرت بلال رضؓ آرام طلب اور جاہ پسند ہوتے تو مدینہ منوّرہ سے باہر قدم نہ نکالتے اور بہ حیثیت موذّن اپنی عمر نہایت لطف و اسایش سے بسر کر دیتے۔ لیکن وہ اِن باتوں کے لئے مُسلمان نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ اُن کی زندگی کا مدعا اسلام پر مرنا تھا۔ وہ سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے سُن چکے تھے۔ کہ اسلام میں جہاد سب عبادتوں سے بڑھ کر ہے۔ اِس لئے اِس سب سے بڑی عبادت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے اُنہوں نے اپنی کوشش کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھّا۔ اور اپنی عمر کا آخری حصہ جہاد میں بسر کر دیا۔ اگرچہ حضرت بلال رضؓ کی جنگ میں شہید ہونے کی آرزو جس کا اُنہوں نے بارہا اظہار کیا تھا۔ پوری نہ ہو سکی۔ تاہم اُنہوں نے جس نیت جس خلوص جس ذوق و شوق اور جس شجاعت و شہامت سے ہر معرکہ میں حصہ لیا۔ وہ اُنہیں مجاہدین اعظم کی صفِ اوّلین میں ضرور کھڑا کر دیتی ہے۔ اور ایک مسلمان کے لئے اِس سے بڑھ کر فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے +

بذریعہ خواب مدینہ میں حضرت بلال رضؓ کی طلبی

اِس میں کوئی کلام نہیں کہ حضرت بلال رضؓ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلّم

کے عاشق جان نثار تھے۔ آنحضرت کی زندگی میں وہ اُن کے بندۂ بے دام بنے رہے اور جب حضرت کا وصال ہوگیا تو بلالؓ سے زیادہ کسی صحابی نے صدمۂ مفارقت محسوس کیا۔ اکثر صحابۂ کرام بلالؓ سے دلی ہمدردی اور اُن کی دل جوئی کا خیال رکھتے تھے۔ اگر حضرت بلالؓ کی ادھر یہ حالت تھی۔ تو اُدھر حضور سرور کائنات کا روحانی فیض بھی اُن سے غافل نہ تھا۔ مدینہ سے جو انوار اُٹھتے تھے۔ وہ شام میں حضرت بلالؓ کے گھر تک چلے آتے تھے۔ اور اُن کے دل و دیدہ کو روشن کر دیتے تھے +

ایک* شب حضرت بلالؓ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔ کہ اے بلال! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کے لئے آؤ۔ یہ خواب دیکھتے ہی حضرت بلال کی عجیب حالت ہوئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد کر کے اِن کے ہوش و حواس پراگندہ ہوگئے۔ آخر وہ صبح کو نہایت اندوہ الم کی حالت میں اپنے بستر سے اٹھے اور سیدھے مدینے کی طرف چل کھڑے ہوئے ؎

منہ اُٹھا کر چل دیئے سیدھے مدینے کی طرف
ہم سے یہ دیوانہ پن میں خواب دانائی ہوئی

حضرت بلالؓ مدینے پہنچ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس پر حاضر ہوئے۔ اور مزار پر سر رکھ کر زار زار رونے لگے۔ اِس اثناء میں حضرت بلالؓ کی آمد کی خبر عام طور پر مشہور ہوگئی۔ حضرت امام حسنؓ و حسینؓ حضرت بلالؓ کے پاس گئے۔ بلالؓ نے اِن دونوں کو اپنے سینے سے لگا لیا اور اِن کے ہاتھ اور منہ کو بوسے دینے لگے +

---

* اسد الغابہ تذکرہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ - ۱۲ +

حضرات حسنینؓ کی خواہش پر بلالؓ کی اذان

جب حضرت بلالؓ مزار مبارک کی زیارت سے فارغ ہو چکے تو حضرات حسنینؓ نے کہا کہ اے بلالؓ ہماری خواہش ہے کہ صبح کی اذان تم کہو۔ چونکہ فرمایش کرنے والے حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشے تھے۔ اس لئے حضرت بلالؓ بے چون وچرا اُن کی تعمیل ارشاد پر آمادہ ہو گئے۔ تمام مدینے میں حضرت بلالؓ کے اذان دینے کی خبر مشہور ہو گئی تھی۔ اس لئے مرد تو مرد عورتیں بھی بہ شوق دل اس کی منتظر تھیں۔ جب صبح کی اذان کا وقت ہوا تو حضرت بلالؓ مسجد کی چھت پر اذان کہنے کے لئے چڑھے۔ انہوں نے اللہ اکبر اللہ اکبر کی تکرار کی تو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ تمام سرزمین مدینہ میں زلزلہ آگیا ہے اس کے بعد جب انہوں نے اَشْہَدُ اَنْ لا الٰہ الا اللہ کہا تو جنبش میں اور ترقی ہوئی۔ پھر جب اشہد ان محمدا رسول اللہ کہا تو لوگوں نے اضطراب و اضطرار کی کچھ انتہا نہ رہی۔ یہاں تک کہ عورتیں دیوانہ وار پردوں سے باہر آگئیں۔ صاحب اسد الغابہ کا بیان ہے کہ مدینے میں اس دن سے زیادہ رونے والے مرد اور رونے والی عورتیں کبھی نہیں دیکھی گئیں ✣

حضرت بلالؓ اپنے دل میں خدا اور اُس کے رسول کا وردِ عشق رکھتے تھے۔ یہ اسی کا اثر تھا کہ جب اُن کے منہ سے خدا اور رسول کا نام نکلتا تھا۔ تو لوگ بیتاب ہو جاتے تھے۔ ڈاکٹر اقبال نے سچ کہا ہے ؎

بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

حضرت بلالؓ اور ابوسفیان

حضرت جریرؓ بن حازم سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ بہت سے اصحاب جن میں سہلؓ بن عمرو اور ابوسفیان بن حرب اور حارث بن ہشام بھی شامل تھے۔ حضرت عمرؓ کی ملاقات کو آئے۔ اتفاق سے اسی وقت اہل بدر مثل صہیب۔ عمار اور بلال وغیرہ بھی دروازے پر موجود تھے جن میں سے اکثر آزاد شدہ غلام اور دنیاوی حیثیت سے معمولی درجے کے لوگ سمجھے جاتے تھے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے پہلے انہیں کو بلایا یہ امر ابوسفیان کو جو اپنی خاندانی وجاہت پر نازاں تھے۔ بہت ناگوار گذرا اور اُن کے دل کی بات زبان تک آئے بغیر نہ رہی۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنے رنج واندوہ کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ میں نے آج کی طرح سخت دن کبھی نہیں دیکھا۔ کیا خدا کی قدرت ہے کہ غلاموں کو ہم سے پیشتر دربار میں جانے کی اجازت ملتی ہے۔ اور ہم انتظار کرتے ہیں۔ ہماری طرف کچھ توجہ نہیں ہوتی۔ ابوسفیان کی یہ گفتگو سُن کر حضرت سہل بن عمر نے کہا کہ اے بھائیو! تمہارے چہرے پر غم وغصہ کے جو آثار ہیں وہ میں اچھی طرح دیکھتا ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم کو اس بات میں حضرت عمرؓ کی نہیں بلکہ خود اپنی شکایت کرنی چاہیئے۔ کیونکہ اسلام نے سب کو ایک آواز سے بُلایا تھا۔ ان لوگوں نے اس دعوت کے قبول کرنے میں جلدی کی۔ اور تم نے دیر لگائی۔ پس جو اپنی شامت سے پیچھے رہے وہ آج بھی پیچھے رہنے کے مستحق ہیں۔ اس کے بعد حضرت سہل نے فرمایا کہ خدا کی قسم وہ لوگ تم پر جس بات میں

سبقت لے گئے ہیں۔ اب اُس کا کچھ علاج نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اب تم جہاد کی کوشش کرو شاید اللہ تعالےٰ تمہیں شہادت کا مرتبہ نصیب کرے +

ایک جلیل القدر صحابی کا قول ہے کہ خدا کی قسم اللہ تعالےٰ اُس بندے کو جو اُس کی فرمانبرداری میں جلدی کرتا ہے اُس بندے کی طرح نہ کرے گا۔ جو اُس کی اطاعت میں تاخیر کرتا ہے +

حقیقت یہ ہے کہ حضرات صہیبؓ۔ بلالؓ اور عمارؓ اہل بدر میں تھے جن کے متعلق رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ وہ لوگ اہل اسلام میں بزرگ تر ہیں۔ پس یہ ناممکن تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ جن کی نصفت شعاری اور حق گوئی دشمنوں تک سے خراج تحسین وصول کر چکی تھی۔ اِن لوگوں کو حسب فرمودۂ رسول اہل اسلام میں بزرگ تر نہ سمجھتے۔ اگر حضرت عمرؓ کی جگہ کوئی اور صاحب مسند خلافت پر متمکن ہوتے تو ممکن تھا۔ کہ وہ ابوسفیان وغیرہ کی دنیاوی شوکت وحشمت کا خیال کر کے انہیں بلال وغیرہ سے پہلے ہی ملاقات کے لئے طلب کر لیتے۔ لیکن حضرت عمرؓ سے یہ توقع ہرگز نہ ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اُنہوں نے ابوسفیان وغیرہ کی سبکی اور ناراضی کا مطلق خیال نہ فرمایا۔ اور اِسی اصول پر کاربند ہوئے جو اُنہیں پیغمبر اسلام نے تلقین کیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ عمر بن خطاب رضؓ رحم کرے۔ کہ وہ حق کہتے ہیں۔ اگرچہ کسی کو تلخ معلوم ہو +

حضرت بلالؓ اور ذو الجوشنؓ

یہ ذو الجوشن شمر کے والد ہیں جس نے حضرت امام حسین کو شہید کیا تھا۔ ان کا سینہ ابھرا ہوا تھا۔ اس لئے لوگ انہیں ذو الجوشن کہتے تھے۔ بڑے اچھے شاعر اور شہسوار تھے۔ جب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم غزوۂ بدر سے فارغ ہوئے۔ تو ذو الجوشن اپنے گھوڑے کا (جس کا نام قرحا تھا) ایک بچہ لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرتؐ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس کے بدلے تمہیں بدر کے مال غنیمت کی عمدہ زرہیں نہیں دے سکتا۔ ذو الجوشن نے کہا کہ میں زرہیں نہیں لیتا مجھے ان کی کچھ ضرورت نہیں۔ اس کے بعد آنحضرت نے پوچھا کہ اے ذو الجوشن تم اسلام کیوں نہیں لاتے۔ ذو الجوشن نے کہا کہ میں اسلام نہ لاؤنگا۔ کیونکہ آپ کی قوم آپ کی دشمن ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کیا تمہیں ان کی لڑائیوں کا حال معلوم نہیں۔ ذو الجوشن نے جواب دیا کہ ہاں معلوم ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ پھر تم کب ہدایت پاؤگے۔ ذو الجوشن نے کہا۔ جب آپ مکہ کو فتح کرلیں گے اور وہاں رہنے لگیں گے حضرتؐ نے فرمایا اگر تم زندہ رہوگے۔ تو یہ بھی دیکھ لوگے ۔

اس گفتگو کے بعد حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا۔ کہ ذو الجوشن کی تھیلیاں لے کر ان میں عجوہ نامی کھجوریں بھر دو۔ حضرت بلالؓ نے اس حکم کی تعمیل کردی۔ ذو الجوشن آنحضرتؐ کے پاس سے اٹھ کر چلے تو حضرتؐ نے فرمایا کہ یہ شخص بنی عامر کے عمدہ سواروں میں ہے ۔

ذوالجوشن کہتے تھے کہ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ مقام عودہ
میں تھا۔ کہ یکایک ایک سوار آیا۔ اُس سے پوچھا گیا کہ تو کہاں سے آتا ہے
اُس نے کہا میں مکہ سے آیا ہوں۔ خدا کی قسم محمدؐ وہاں غالب آ گئے اور وہیں
مقیم ہیں۔ آخر کچھ عرصہ کے بعد ذوالجوشن مسلمان ہو گئے ؞

حضرت بلالؓ آنحضرتؐ کے خاص آدمی تھے۔ اِس لئے انہیں سب
قسم کی خدمات انجام دینی پڑتی تھیں۔ جو لوگ حضرت رسولِ خدا صلے اللہ
علیہ وسلم کے ہاں مہمان ہو کر آتے تھے۔ حضرت بلال اُن کی میزبانی و مدارات
کا کام انجام دیا کرتے تھے۔ اور اُن کے آرام و آسایش کا خاص طور پر
خیال رکھتے تھے ؞

مختلف قسم کے روزے اور بلالؓ

نماز کے متعلق تو حضرت بلالؓ کی بڑی خصوصیت یہ تھی۔ کہ وہ اذان
کے ذریعہ سے مسلمانوں کو اِس فریضہ کے ادا کرنے کے لئے بُلایا کرتے
تھے۔ گویا اسلام کے اِس بہت بڑے رکن کا ابتدائی اہتمام و انصرام
انہیں سے تعلق رکھتا تھا۔ لیکن دوسرے رکن روزے میں بھی اِن کی
چُستی و مستعدی قابل تذکرہ ہے۔ چنانچہ علقمہ ابن سفیان کا بیان ہے
کہ میں قبیلہ ثقیف کے اُن لوگوں میں تھا۔ جو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مغیرہ
کے مکان کے قریب ہمارے لئے دو خیمے نصب کرا دیئے تھے۔
بلال ہمارے پاس آتے اور رمضان میں ہمیں روزہ افطار کراتے تھے
حالانکہ اُس وقت خوب روشنی پھیلی ہوتی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ جتنی جلدی

کے مطابق بعد غروب آفتاب فوراً روزہ افطار کر لیا جاتا تھا - زیادہ سیاہی پھیلنے کا انتظار نہ کیا جاتا تھا۔

اس بیان سے بھی یہ بات بوجہ احسن پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کی تواضع و تکریم کا کام حضرت بلالؓ ہی کے سپرد تھا۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا۔ کہ تم سے دو شنبہ کا روزہ ترک نہ ہونے پائے۔ اِس لئے کہ میں دو شنبہ ہی کے دن پیدا ہوُا - اور دو شنبہ ہی کو مجھ پر پہلی وحی نازل ہوئی اور دو شنبہ ہی کو میں نے ہجرت کی ہے۔

حضرت بلالؓ کے اسلامی بھائی

چونکہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ابتدائی زمانے میں مشرکوں اور مسلموں کی سخت کشمکش رہتی تھی۔ یعنی ایک ہی کُنبے اور ایک ہی گھرانے کے چند آدمیوں میں سے کچھ مسلمان ہو جاتے تھے - اور کچھ بدستور کافر و مشرک رہتے تھے - اکثر ایسا اتفاق ہوُا کہ بیٹا مسلمان ہو گیا - اور باپ مشرک رہا - یا باپ اسلام لے آیا اور بیٹا کفر و شرک سے تائب نہ ہوُا - ایک بھائی خدا اور رسول کا کلمہ پڑھنے لگا - تو دوسرا بُتوں کی خدائی کا بندہ بنا رہا - اور اسی سلسلہ میں لوگوں نے یہ عجیب و غریب نظارہ بھی دیکھا - کہ جب مشرکوں اور مسلموں کی جنگ ہوئی تو ایک طرف ایک بھائی تھا - اور دوسری جانب دوسرا بھائی - یا ایک سمت بیٹا تھا - تو دوسری طرف باپ - اور

اسلام نے اِن میں ایسی تفریق کردی تھی۔ کہ بیٹا باپ پر اور باپ بیٹے پر مہلک وار کرنے سے نہ چوکتا تھا۔ بلکہ موقع مل جانے پر فوراً دھڑ سے سر الگ کر کے رکھ دیتا تھا۔ یہی حالت بھائی کی بھائی کے ساتھ تھی۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایک جنگ میں امین الامت حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح کے والد عبداللہ* اِن کے مقابلہ پر آئے۔ مگر ابو عبیدہ بھی تلوار کھینچ کر میدان میں آگئے اور باپ بیٹوں میں لڑائی ہونے لگی۔ آخر حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ اِس پر اللہ تعالےٰ نے یہ ایت نازل فرمائی۔ لاتجد قوماً یومنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من عاد اللہ ورسول ولوکانوا آباءھم اوابناءھم۔ یعنی (اے نبی) تم اُن لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ (کبھی ایسا) نہ پاؤ گے کہ اُن لوگوں سے محبت کریں جو اللہ اور اُس کے رسول سے مخالفت کرتے ہیں گو وہ اُن کے باپ یا اُن کے بیٹے کیوں نہ ہوں +

غرض اکثر گھرانوں اور خاندانوں کے افراد دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ ایسی حالت میں اس امر کی اشد ضرورت تھی۔ کہ جو لوگ اپنے بھائی بندوں کو چھوڑ کر حلقہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں اُن کے برادرانہ تعلقات کا کوئی مناسب انتظام کیا جاوے چنانچہ اِس غرض کو مدِنظر رکھ کر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مُسلمانوں میں سلسلۂ مواخات قایم کیا۔ رسالت مآب جب دو مسلمانوں سے فرما دیا کرتے تھے

* امین الامت کا صحیح نام اِس طرح ہے۔ ابو عبیدہ بن عبداللہ الجراح۔ یعنی اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں ۱۲

کہ تم باہم بھائی بھائی ہو تو وہ دونوں آپس میں اس خلوص و محبت کا برتاؤ
کرتے تھے۔ کہ اپنے حقیقی بھائیوں کو بھول جاتے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن رض بن عوف اور سعد رض بن ربیع میں بھائی چارہ قائم
کیا تھا۔ ایک روز سعد رض نے اپنے اسلامی بھائی عبدالرحمٰن رض سے کہا۔ کہ
میرے پاس کچھ مال ہے وہ میرے اور تمہارے درمیان نصف نصف
ہونا چاہیے۔ اور میرے گھر میں دو بیبیاں ہیں انہیں دیکھ لو تم جسے
پسند کروگے۔ میں اُس کو طلاق دے دونگا۔ تم عدت گذرنے پر اس
سے نکاح کر لینا۔ حضرت عبدالرحمٰن رض نے جواب دیا کہ اللہ تعالےٰ تمہارے
مال اور اہل میں عنایت کرے مجھے اِن کی کچھ حاجت نہیں ٭

یہی تھی وہ اسلامی اخوت جس کا دنیا میں غیر معمولی چرچا تھا۔ اور
اب جس کا نام ہی نام باقی رہ گیا ہے ٭

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سید الشہدا حضرت حمزہ رض اور
زید بن حارثہ رض کے درمیان مواخات کرادی تھی۔ اور حضرت معاذ رض بن جبل
کو عبداللہ ابن مسعود کا اسلامی بھائی بنایا تھا۔ اِن کے علاوہ اور سیکڑوں
صحابہ میں رشتۂ اخوت قایم کر دیا تھا۔ حضرت بلال رض کے اسلامی بھائی
امین الامت حضرت ابو عبیدہ رض بن جراح مشہور سپہ سالار اسلام تھے۔
یہ کیفیت صاحب "اسد الغابہ" نے حضرت بلال رض کے تذکرہ میں قلمبند کی ہے
لیکن جہاں حضرت ابو عبیدہ کے حالات لکھے ہیں۔ وہاں اِن کا دینی بھائی
حضرت ابو طلحہ انصاری کو ظاہر کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ٭

اسی طرح حضرت خالد رض کو جن کا تذکرہ اِس سے پیشتر حضرت بلال رض
کے ابتدائی حالات میں ہو چکا ہے کہیں اِن کا نسبی بھائی بتایا ہے۔ اور

نہیں دینی بھائی - اس میں کچھ شک نہیں کہ خالد کے ساتھ حضرت بلالؓ
کا برادرانہ برتاؤ تھا - انہوں نے اسی اخوت کے اقتضا سے اپنے ساتھ
اپنے بھائی (خالد) کے لئے بھی ملک شام میں نکاح کی کوشش کی تھی -
اور دونوں بھائی مرتے دم تک ایک ہی جگہ رہے تھے - ممکن ہے کہ
حضرت ابو عبیدہ سے بھی بلالؓ کا بھائی چارا قایم ہوا ہو مگر اول الذکر
قیادتِ مجاہدین کے خاص کام پر مامور تھے - اِس لئے کیا عجب ہے کہ
اُنہیں حضرت بلالؓ سے اظہار اخوت کا بہت کم موقع ملا ہو +

نمازِ جمعہ اور بلالؓ

یوں تو حضرت بلالؓ ہر روز پانچ وقت اذان دیا ہی کرتے تھے -
لیکن جمعہ کے دن اِن کی کچھ اور شان ہوتی تھی - وہ نہا دھو کر بہت
پہلے مسجد میں آتے تھے اور اوراد و وظائف میں مشغول رہتے تھے -
یہاں تک کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم حاضرین کو سلام کرتے
ہوئے تشریف لاتے اور منبر پر بیٹھ جاتے - حضرت بلالؓ اذان
کہتے اور اِس کے ختم ہو جانے کے بعد جناب رسالت مآب فوراً خطبہ
شروع کر دیتے جب تک منبر نہ بنا تھا - آپ کسی لاٹھی یا کمان سے ہاتھ
کو سہارا دے لیا کرتے تھے - اور کبھی اُس لکڑی کے ستون سے تکیہ
لگا لیتے تھے - جو محراب کے پاس تھا - اور جہاں آپ خطبہ پڑھا کرتے تھے
لیکن منبر بن جانے کے بعد یہ عادت ترک ہو گئی تھی - آنحضرتؐ دونوں
خطبوں کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھ جاتے تھے - اور اِس وقت کوئی

بلال رضؓ اقامت کہتے تھے۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نماز شروع کردیتے تھے +

سبحان اللہ! وہ کیسا اچھا وقت تھا۔ اور وہ کیسے خوش نصیب مسلمان تھے۔ جنہیں جناب رسالت مآبؐ کے دیدار سے مشرف ہونے اور کلام سُننے کا زرین موقع حاصل تھا ؎

ہم اُس کی آنکھوں کے صدقے جس نے وہ جلوہ یوں بے حجاب دیکھا

مسئلہ اقامت اور بلال رضؓ

یہ مسئلہ عام طور پر مشہور ہے کہ جو شخص اذان دے وہی اقامت بھی کہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ اس مسئلہ کی علت غائی یہ ہے۔ کہ ایک دن رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں حضرت بلال رضؓ کسی وجہ سے صبح کی اذان نہ دے سکے۔ تو جناب رسالت مآب نے زیاد بن حارث صدائی کو فجر کی اذان کا حکم دیا۔ انہوں نے اس کی تعمیل کردی۔ مگر جب جماعت قایم ہوئی تو حضرت بلال رضؓ اپنی عادت کے مطابق اقامت کہنے لگے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں روک دیا۔ اور فرمایا کہ صداء نے اذان دی ہے۔ وہی اقامت بھی کہے۔ جو شخص اذان دے اقامت بھی اُسی کو کہنی چاہیئے +

حضرت بلال رضؓ کے ہم نام

حضرات صحابۂ عظام رضؓ اور تابعین رحؒ کی جماعت میں حضرت بلال رضؓ کے بہت سے ہم نام تھے۔ صحابہ میں اس نام کے جو حضرات خاص طور پر مشہور تھے

(۱) بلالؓ ابن حارث

مدینے کے باشندے تھے۔ اور مزینہ کے وفد کے ہمراہ رجب ۵ھ ہجری میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے۔ فتح مکہ کے دن قبیلۂ مزینہ کا جھنڈا انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وادیِ عقیق انہیں معافی میں دی تھی۔ آخر میں اُنھوں نے بصرہ کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ اِن سے یہ روایت مشہور ہے کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تم میں سے کبھی کوئی شخص خدا کی خوشنودی کی ایسی بات کہتا ہے۔ کہ وہ انہیں سمجھتا کہ یہ بات کہاں تک پہنچے گی۔ مگر اللہ تعالےٰ اِس کی وجہ سے اپنی رضامندی قیامت تک اِس کے لئے لکھ دیتا ہے۔ اور بیشک کوئی شخص تم میں سے کوئی بات خدا کی ناخوشی کی ایسی کہتا ہے۔ کہ وہ نہیں سمجھتا کہ یہ بات کہاں تک پہنچے گی مگر اللہ جلشانہ اِس کی وجہ سے اپنی ناراضی قیامت تک اُس کے واسطے لکھ دیتا ہے۔

اِن بلالؓ کی وفات حضرت معاویہؓ کے آخر عہد خلافت میں ہوئی اِن کی عمر اسّی سال کے قریب تھی۔

(۲) بلالؓ ابن حمامہ

کعب بن نوفل کا بیان ہے کہ بلال بن حمامہ نے کہا کہ ایک دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے ہمارے سامنے تشریف لائے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف آپ کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ اور

پوچھنے لگے کہ اِس تبسم کا سبب کیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا۔ کہ ایک خوشخبری کی وجہ سے جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے میرے

عم زاد بھائی اور میری بیٹی کے حق میں میرے پاس آئی ہے اللہ تعالےٰ

نے جب چاہا کہ علیؓ کا نکاح فاطمہؓ سے کر دیا جائے تو رضوان کو شجر طوبےٰ

کے ہلانے کا حکم ملا۔ جب وہ ہلایا گیا تو اُس سے شمار محبین اہل بیت کے

موافق کچھ لکھے ہوئے ورق گرے۔ اِس کے بعد اِس کے نیچے سے

نور کے کچھ فرشتے پیدا ہوے اور اِن میں سے ہر ایک نے ایک ایک

ورق اُٹھا لیا۔ جب بروز قیامت سب لوگ جمع ہونگے۔ تو فرشتے جہاں

کسی محب اہل بیت کو دیکھیں گے اُسے ایک رقعہ دے دیں گے۔

جس میں آگ سے آزادی لکھی ہوئی ہے۔ پس میرے برادر عم زاد

یعنی علی مرتضیٰؓ کے نام پر میری اُمت کے بہت سے مرد اور عورتیں

دوزخ سے آزاد کی جائیں گی۔ لیکن اکثر مورخ اِس حدیث کو مستند

نہیں سمجھتے۔ اور کہتے ہیں کہ اِس کے سوا یہ اور کسی سند سے مروی نہیں

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بلالؓ وہی موذن رسول اللہ ہیں۔ اور حمامہ

اِن کی والدہ کا نام ہے۔

(۳) بلالؓ ابن مالک مزنی

انہیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کے ساتھ بنی کنانہ

کی طرف بھیجا تھا۔ اِس جنگ میں اِن کا صرف ایک گھوڑا زخمی ہوا تھا۔

۵ ہجری کا واقعہ ہے۔

(۴) بلالؓ ابن یحییٰ

ان سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کہ اللہ تعالےٰ

کی بخشش بندے پر دُنیا میں یہ ہے۔ کہ اِس کے گناہوں کو دُنیا میں چھپائے
اور سب سے پہلی رسوائی خدا کی طرف سے یہ ہے کہ اِس کے گناہ ظاہر
کر دیئے جائیں ؞

(۵)
بلال

یہ نصاریٰ میں سے ایک صاحب ہیں۔ انہیں حضرت عمر بن خطاب رضؓ
نے عمان کا حاکم مقرر کیا تھا۔ پھر انہیں معزول کر کے عنان حکومت
عثمانؓ بن ابی العاص کے ہاتھ میں دے دی تھی۔ اِن کا تذکرہ حضرت
ابو عمرؓ نے لکھا ہے اور کہا ہے۔ کہ مجھے اِن کا نسب معلوم نہیں۔ مگر
اِن کا یہ قصہ مشہور ہے ؞

حضرت بلالؓ کے متعلق آیاتِ قرآنی

ناظرین کرام کو گذشتہ صفحات کے معاینہ سے بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا
کہ صحابۂ عظامؓ و خلفائے کرامؓ اور خود حضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم
انام کے قلوب میں حضرت بلالؓ کی کس درجہ عزت و محبت تھی۔ ایسے
شخص کا بارگاہ خداوندی میں بھی یقیناً خاص مرتبہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ
مندرجہ ذیل آیات کے مضمون سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت بلالؓ
اللہ تعالےٰ کے لطف و کرم سے زندگی میں بھی بہرہ یاب تھے۔
اور مرنے کے بعد تو خدا جانے اُن کو کیسے کیسے مدارج و مراتب
حاصل ہوئے ہوں گے ؞

کلبی نے ابو صالح سے اور اُنہوں نے ابن عباس سے روایت
کی ہے کہ آیت ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ

میں بعض آدمی ایسے بھی ہیں۔ جنہوں نے اللہ کی مرضی میں اپنی جانیں بیچ ڈالی ہیں) صہیب۔ عمار۔ اِن کی والدہ سمیہ۔ بلال۔ خباب اور عابس کے بارہ میں نازل ہوئی تھی۔ جن کو کفار طرح طرح کی ایذائیں پُہنچاتے تھے۔ اور قسم قسم کی تکلیفیں دیتے تھے +

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ + (اور نہ ہٹاؤ اپنے پاس سے اُن لوگوں کو جو صبح وشام اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں۔ اور اُس کی رضامندی چاہتے ہیں) حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ اِس آیت کے مصداق یہ لوگ ہیں۔ حضرت بلال رضؓ۔ صہیب۔ عمار۔ خباب۔ عتبہ بن غزوان۔ مہجع اوس بن خولی اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم +

اِس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بعثت کے ابتدائی زمانے میں مشرکین کو دعوتِ اسلام دیتے تھے تو اُن میں سے اکثر سردار جن کو اپنی دنیوی جاہ وحشمت پر غیر معمولی غرہ تھا۔ جو ازراہ نخوت رعونت اپنی ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دیتے تھے۔ رسالتمآب سے کہا کرتے تھے۔ کہ تمہاری باتیں سُننے کو ہمارا دل تو چاہتا ہے۔ مگر مشکل یہ ہے۔ کہ تمہارے پاس کمینے اور اونے درجے کے لوگ بیٹھتے ہیں۔ ہم اُن کے برابر بیٹھنا اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ اِس پر اس مضمون کی آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی رضامندی چاہتے ہیں۔ اور صبح وشام دعا مانگتے ہیں۔ انہیں اپنے پاس سے نہ ہٹاؤ۔ یعنی اگرچہ خدا کے طالب بظاہر غریب اور اونے حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن انہیں کی خاطر ودلجوئی مقدم ہے +

حضرت بلالؓ اور اُن کے ساتھیوں کی عزّت و عظمت کا اِس سے
بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ خود اللہ تعالےٰ نے ان کے متعلق
اپنے کلام پاک میں آیات نازل فرمائیں۔ خدا کی شان ہے۔ کہ وہی
سرداران قریش جو اپنے غرور و تکبر کی وجہ سے حضرت بلالؓ جیسے
لوگوں کو ذلیل و حقیر سمجھتے رہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی
فہمایش و ہدایت سے اسلام کی طرف راغب نہ ہوئے۔ انجام کار
دوزخ کا ایندھن بنے اور دنیا کی شان و شوکت اِن کے کچھ کام نہ آئی
اِس کے برخلاف جس شخص نے اسلام قبول کر لیا خواہ وہ فقیر تھا۔ یا امیر
عربی تھا یا عجمی۔ حبشی تھا یا حلبی۔ غلام تھا یا آقا مدارج اعلےٰ پر فائز ہو گیا
اور اُس کے لئے جنّت کے دروازے کُھل گئے۔ جو لوگ اپنی ہستی
کو خدا کی راہ میں فنا کر دیتے ہیں اور خدا کی خوشنودی کے لئے جان پر
کھیل جاتے ہیں۔ خدا بھی اِن کے اِس خلوص کی ضرور قدر کرتا ہے
دنیا میں کوئی کیسا ہی تیس مار خاں اور فرعون بے سامان ہو۔ لیکن
اگر وہ احکام خدا و رسولؐ کی تعمیل نہیں کرتا تو سمجھ لینا چاہیے کہ اِس کی
یہ نمود و نمایش محض عارضی و ہنگامی ہے۔ اور خدا کے سامنے اِس کی وہ
قدر و منزلت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ جس کا مستحق ایک بھوکا ننگا لیکن
باخدا انسان ہو سکتا ہے۔ جو شخص سچّے دل سے خدا کا طالب ہو گا۔
وہ یقیناً خدا کو پائے گا۔ اِس میں شیخ۔ سیّد۔ مغل۔ پٹھان کی کچھ تخصیص
نہیں۔ کسی ہندی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؏

ذات جمات پوچھے نا کو۔ ہر کو بھجے سو ہر کا ہو

کا ایک درجہ کر دیا۔ یعنی جب خدا کے سامنے جائیں گے تو آقا و غلام
دونوں ایک ہی صف میں کھڑے ہوں گے۔ اس وقت ان کے مرتبہ
میں کچھ بھی فرق نہ ہوگا۔ اسلام کی یہی مساوات تھی۔ جس نے عرب کے
سرکش مشرکوں کی آنکھیں خیرہ کر دی تھیں۔ اور وہ رسول اکرم صلے اللہ
علیہ وسلم پر معترض ہوتے تھے۔ کہ یہ اپنے پاس ارذل اور متبذل لوگوں
کو بٹھاتے ہیں۔ قریش میں سے جو اشخاص ایمان نہیں لائے تھے۔
اُنہیں تو یہ باتیں کھٹکتی ہی تھیں۔ لیکن تعجب ہے۔ کہ ابوسفیان وغیرہ
بھی جو آنحضرت ؐ کے سامنے مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کے زمانۂ خلافت تک اپنے دل و دماغ میں سرداری کا زعم رکھتے تھے
چنانچہ جب ایک مرتبہ یہ اور حضرت بلال دربار خلافت میں طلب کیے گئے
تو حضرت عمر رض نے بلال رض وغیرہ کو ان سے پیشتر شرف باریابی عطا فرمایا
تھا۔ اس پر ابوسفیان بہت جز بز ہوئے تھے۔ ان کے سر میں وہی
زمانۂ جاہلیت کی ہوا بھری ہوئی تھی۔ لیکن پھر اسلام نے رفتہ رفتہ
اصلاح کر دی +

خدا اور رسول ؐ کے نزدیک جو اصحاب رض مقبول و پسندیدہ تھے ناممکن
تھا۔ کہ حضرت عمر رض جیسا عادل اور مردم شناس خلیفہ اُن کی ویسی ہی قدر و
منزلت نہ کرتا جس کے وہ مستحق تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے بعض
حالتوں میں غلاموں کا درجہ آقاؤں سے بھی بڑھا دیا ہے۔ آج تیرہ سو
برس کے بعد بھی بلال رض وغیرہ کا نام دنیا میں جس عزت و احترام سے
لیا جاتا ہے۔ اُس کے لئے کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ ان کے
آقاؤں یعنی بنی جمح کے افراد کو کوئی جانتا بھی نہیں۔ مولوی ظفر علی خاں

نے کیا خوب کہا ہے ؎

اگر دل سے خیالِ طاعتِ معبود ہو جائے
تو انسان قدسیوں کا بے گمان مسجود ہو جائے

شہنشاہوں کے سر جھکنے لگیں اُسکی حضوری میں
جبیں گر فقر سے مسلم کی گرد آلود ہو جائے

غلامِ احمدِ مرسل کو سلطان کا ملے رتبہ
ایاز اس امتحان میں بالیقین محمود ہو جائے

حضرت بلال رضؓ کو درویشی کی ہدایت

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر جو اصحاب ایمان لائے۔ بقول علامہ ابن اثیر اُن سب کا انجام اچھا ہو گیا۔ لیکن ان میں سے جن لوگوں کو بیشتر شرف حضوری حاصل رہا اور رسالت مآب کے رشد و ہدایت سے فیض یاب ہونے کا زیادہ موقع ملا۔ اُنہوں نے خاص فایدہ اُٹھایا۔ ایسے ہی اصحاب میں حضرت بلال رضؓ بھی شامل تھے۔ اِن کو زیادہ حضوری رہتی تھی۔ اور مختلف قطاع و ممالک کے جو مسلمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر مختلف قسم کے استفسارات کیا کرتے تھے۔ اور اِن کے جو جوابات ملا کرتے تھے۔ حضرت بلال رضؓ اُن سب کو سُنتے اور اُن پر عمل کرتے تھے۔ کیونکہ ان میں سے کوئی بات اسلام سے غیر متعلق نہ ہوتی تھی۔ اِس کے علاوہ حضرت بلال رضؓ کو خصوصیت کے ساتھ بھی وقتاً فوقتاً کارآمد ہدایات و نصایح فرمائی جاتی تھیں۔ اِس لئے سمجھ لینا چاہیئے کہ حضرت بلال رضؓ کا اسلام ہر پہلو سے مکمل تھا۔

اصطلاح صوفیۂ کرام رضؓ میں درویشی و لایت و للہیت کا جزو اعظم ہے اسی لئے حضرت بلال رضؓ کو خاص طور پر اِس کے اختیار کرنے کی ہدایت

چاہتا ہے کہ خدا تجھے دوست رکھے تو دُنیا سے دست بردار ہو جا۔ اور اگر یہ چاہتا ہے کہ لوگ تجھے دوست رکھیں۔ تو جو کچھ ان کے پاس ہے اس سے ہاتھ کھینچے رکھ۔ ام المومنین حضرت حفصہؓ نے اپنے والد ماجد (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) سے ایک مرتبہ یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ جب آپ کے پاس مال غنیمت آیا کرے۔ تو آپ اُس سے اچھے کپڑے بنوا کر اور لذیذ و خوش ذائقہ کھانے پکوا کر اپنا اور اپنے اعزہ واقارب کا دل شاد کیا کیجے۔ خلافت مآب نے اس کے جواب میں فرمایا۔ کہ اے حفصہؓ بیوی اپنے شوہر کے حال سے خوب آگاہ ہوتی ہے۔ پس تم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حالت سے خوب واقف ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ زمانۂ نبوت میں بھی کئی برس تک حضرت رسالت مآبؐ کا یہ حال رہا۔ کہ اگر آپ اور آپ کے گھر کے لوگ صبح کو سیر ہو کر کھاتے تو رات کو بھوکے سوتے تھے۔ اور رات کو کھانا مل جاتا تھا۔ تو صبح کو بھوکے رہتے تھے۔ خدا کی قسم تم جانتی ہو۔ کہ جب رسول اللہؐ رات کو سوتے تھے۔ تو کملی کی دو تہیں کر کے نیچے بچھا لیا کرتے تھے۔ ایک دن کسی نے چار تہیں کر کے بچھا دی جس سے کملی زیادہ نرم ہو گئی۔ تو اگلے دن آپ نے فرمایا کہ رات کملی کی نرمی نے مجھے نماز شب سے باز رکھا۔ اس کی تہیں دو سے زیادہ نہ بڑھنی چاہئیں۔ خدا کی قسم تم جانتی ہو کہ رسول اللہؐ اپنا کپڑا دھوتے اور بلالؓ اذان کہہ دیتے اور جب تک وہ کپڑا خشک نہ ہو جاتا آپ باہر نہ نکل سکتے تھے۔ اس لئے کہ دوسرا کپڑا موجود نہ ہوتا تھا۔

حضرت حفصہؓ نے فرمایا کہ ...

حضرت عمرؓ اور حضرت حفصہؓ اِس قدر روئے کہ بیہوش ہو گئے۔ اِس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ اگر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ کی راہ پر چلونگا تو اُن کے پاس پُہنچ جاؤں گا۔ اِس لئے مجھے چاہیئے۔ کہ اُن کی طرح میں بھی صعوبت کے ساتھ زندگی بسر کروں حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے۔ کہ جو شخص دنیا کے باب میں زاہد ہے اُس کی دو رکعت نماز سب مجتہدوں کی تمام عمر کی عبادت سے افضل ہے حضرت سہل تستریؒ نے کہا ہے کہ عبادت خلوص کے ساتھ اُس وقت ہوتی ہے۔ جبکہ آدمی چار چیزوں سے نہ ڈرے (۱) گرسنگی (۲) برہنگی (۳) درویشی (۴) خواری آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اُمت کے محتاج لوگ تونگروں سے پانسو برس پہلے جنّت میں جائیں گے۔ اور میرے دو پیشے ہیں۔ جو اُن کو عزیز رکھے گا۔ اُس نے مجھے عزیز رکھا وہ دونوں پیشے جہاد اور درویشی ہیں۔ چنانچہ اِسی بنا پر حضرت بلالؓ کو خاص طور پر ان الفاظ میں ہدایت کی گئی کہ اے بلالؓ تو اُس بات کی کوشش کر کہ جب اِس جہان سے جائے۔ تو درویش ہو۔ تونگر نہ ہو +

مبارک ہیں وہ نفوس جو فرمودہ خدا اور رسولؐ پر صدق دل سے عمل کر کے مدارج اعلےٰ پر فایز ہوتے ہیں +

حضرت بلالؓ سے روایات

اگرچہ حضرت بلالؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر اور خاص صحابی تھے اور انہیں رسول اللہ کی خدمت بابرکت میں حاضر

کہ جب کتب سیر و احادیث پر نظر ڈالی جاتی ہے۔ تو روایات کے متعلق بعض اُن صحابہ کا نمبر حضرت بلالؓ سے بڑھا ہُوا نظر آتا ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تو رہے۔ لیکن حضرت بلالؓ کی طرح قریباً ہر وقت کی حضوری کا التزام و انتظام نہ کر سکے۔ تاہم حضرت بلالؓ سے بھی روایات معقول تعداد میں مروی ہیں۔ چونکہ حضرت بلالؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے موذن اور نماز کے مہتمم تھے۔ اِس لئے اِن کی روایات بھی زیادہ تر اِسی رکن اسلام سے تعلق رکھتی ہیں۔ اِس سلسلہ میں صرف دو روایات نموتہً درج ذیل کی جاتی ہیں:-

(۱) حضرت اسود نے حضرت بلالؓ سے نقل کر کے بیان کیا کہ وہ کہتے تھے۔ کہ اذان کے آخری الفاظ یہ ہیں۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ

(۲) حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت بلالؓ سے روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتے تھے۔ کہ میں نے ایک روز صبح کی اذان کہی۔ اِس دن شدید سردی تھی۔ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو مسجد میں کسی کو نہ دیکھا۔ اِس پر آپ نے فرمایا کہ اے بلالؓ! اور لوگ کہاں ہیں۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ سردی کی وجہ سے نہیں آئے۔ یہ سُن کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! سردی کو اِن لوگوں سے دور کر دے پس فوراً ہی نماز کے لئے مسجد میں لوگوں کی آمد شروع ہوگئی۔ اِس کے علاوہ حضرت بلالؓ سے اور مضمون کی روایات بھی مروی ہیں +

حضرت بلالؓ سے حضرت ابو بکر صدیقؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابن مسعودؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ کعب بن عجرہؓ
اسامہ بن زیدؓ۔ جابرؓ۔ ابو سعید خدریؓ اور براء بن عازبؓ نے
روایت کی ہے یہ جملہ حضرات صحابیؓ تھے۔ ان کے علاوہ مدینہ منورہ
اور شام کے بڑے بڑے تابعین کی ایک جماعت نے بھی حضرت
بلالؓ سے روایت کی ہے ✣

حضرت بلالؓ کی وفات

آج اُس مُسلمان کی وفات کا دن ہے جو غلامی کی حالت میں
محاسنِ اسلام کا گرویدہ ہو گیا تھا۔ آج اُس موذن کے وصال کا
دن ہے۔ جس کی صدائے تہلیل و تکبیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے زمانے میں کئی برس تک خدا کی وحدانیت اور اُس کے نبی
کی نبوت و رسالت کا علی روس الاشہاد اعلان کرتی رہی۔ آج
اُس مسلمان کی وفات کا حال سپردِ قلم کیا جاتا ہے "جو الصلوٰۃ
الصلوٰۃ یا رسول اللہ" کا نعرہ بلند کیا کرتا تھا۔ افسوس آج اسلام
کے رب سے پہلے موذّن کی دائمی مفارقت کا صدمہ مسلمانوں
کے قلوب کو بے چین کئے ڈالتا ہے۔ کوئی اس کیفیت کو لکھے
تو کس دل سے لکھے۔ ہاتھ کانپتا ہے۔ قلم رُکتا ہے۔ مگر سیرۃِ
بلالؓ کی باقاعدہ خانہ پُری ضروری ہے۔ اِس لئے مختصراً واقعات
ذیل قلمبند کئے جاتے ہیں:-

اسلام کے دیگر واقعات و حالات کی طرح حضرت بلالؓ کی وفات
کا مسئلہ بھی اختلاف سے خالی نہیں رہا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حسب ذیل

روایات ملاحظہ طلب ہیں:-

محمدؐ بن سعد کاتب واقدی کا قول ہے۔ کہ بلالؓ کی وفات بمقام دمشق ۲۰ھ میں ہوئی۔ اور باب الصغیر میں مدفون ہوئے۔ اِس وقت اِن کی عمر ۶۰ سال سے کچھ اوپر تھی۔ علی بن عبدالرحمٰن کا مقولہ ہے کہ بلال نے حلب میں انتقال کیا۔ اور باب الاربعین میں دفن کئے گئے +

بعض لوگوں کا بیان ہے۔ کہ بلالؓ کی وفات ۱۷ھ یا ۱۸ھ میں ہوئی +

وفاتِ بلالؓ کے متعلق یہ مختلف روایات مشہور ہیں۔ لیکن اِس میں کچھ شک نہیں کہ اِن کا مزار دمشق میں موجود ہے۔ ابن بطوطہ اور ہندوستان کے اکثر سیاحوں نے بچشم خود اِس کی زیارت کی ہے۔ حضرت بلالؓ کے حلب میں انتقال کرنے کے متعلق علی بن عبدالرحمٰن کا قول صحیح معلوم نہیں ہوتا کیونکہ اُس زمانے میں آمدورفت کے ذرایع ایسے آسان نہ تھے۔ کہ حضرت بلالؓ حلب میں وفات پاتے اور اُن کی میت دمشق لاکر دفن کی جاتی۔ حضرت بلالؓ نے یقیناً دمشق ہی میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ سالِ وفات کے متعلق بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن اکثر اقوال سے اِن کی وفات ۲۰ھ میں ثابت ہوتی ہے واللہ اعلم +

حضرت بلالؓ نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی +

حضرت بلالؓ کا مزار

حضرت بلالؓ کی شہرت و عظمت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عوام الناس کا واجبی طور پر یہ خیال ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت بلالؓ کا روضہ نہایت عظیم الشان ورفیع المنزلت ہونا چاہیئے۔ خصوصاً ہندوستان کے جو لوگ اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتیؒ یا دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاؒ یا پاک پٹن میں بابا فرید شکر گنجؒ کے روضے دیکھے ہوئے ہیں وہ حضرت بلالؓ کے روضے کی بابت اپنے دل میں کچھ اور ہی خیالات رکھتے ہوں گے یعنی یہ سمجھتے ہوں گے۔ کہ ہندوستانی بزرگوں کے مزاروں کی طرح حضرت بلالؓ کا روضہ بھی ایک وسیع وعریض خانقاہ میں واقع ہو گا۔ اور روضے کا کلس کئی میل کے فاصلہ سے زائرین کی نگاہوں کو اپنی طرف مایل کر لیتا ہو گا۔ مگر افسوس اِن میں سے ایک بات بھی نہیں۔ مزار بلال کا ایک مختصر سا قبہ ہے۔ البتہ تربت پر ایک غلاف پڑا ہے۔ جس میں آیات قرآنی بُنی ہے +

مزار بلالؓ کی دہنی جانب حضرت عبداللہ بن جعفر طیار کا مزار ہے کہا جاتا ہے کہ ۶۴۵ھ میں روضہ بلال کی تجدید و مرمت وغیرہ ہوئی تھی۔ اِس کے متعلق دروازہ پر ایک کتبہ بھی نصب کر دیا گیا ہے +

حضرت بلالؓ کے جنتی ہونے کی بشارت

اگرچہ حضرت بلالؓ عشرۂ مبشرہ یعنی اُن لوگوں میں نہیں تھے۔ جن کے قطعاً جنتی ہونے کی بشارت خدا اور رسول کی طرف سے دی گئی ہے اور وہ

حسب ذیل دس اصحاب ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ۔ حضرت عمر فاروق رضؓ
حضرت عثمان غنی رضؓ۔ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ۔ حضرت طلحہ رضؓ۔ حضرت زبیر رضؓ۔ حضرت
عبدالرحمن بن عوف رضؓ۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ۔ حضرت سعید بن زید
حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضؓ۔ مگر بعض احادیث سے حضرت بلال رضؓ کے
جنتی ہونے کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن بریدہ رضؓ نے اپنے
والد سے نقل کر کے بیان کیا۔ وہ کہتے تھے۔ کہ ایک دن صبح کے وقت
رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بلال رضؓ کو بلا کر فرمایا کہ اے بلال رضؓ کیا وجہ
ہے کہ تم جنت میں مجھ سے آگے رہتے ہو۔ حضرت بلال رضؓ نے جواب دیا
کہ آپ آمین میں مجھ سے آگے نہیں ہوتے۔ یعنی میں آپ کی آمین کے
ساتھ ہی آمین کہتا ہوں۔ حدیث میں اس کی بہت بڑی فضیلت
آئی ہے۔ دوسری صحیح احادیث میں وارد ہے۔ کہ حضرت بلال رضؓ نے
اس کی یہ وجہ بیان کی کہ میں ہر وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھ لیا
کرتا ہوں ؛

حضرت بلال رضؓ کے جنتی ہونے کا ثبوت بھی ملا تو ایسا زبردست کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے آگے نظر آتے ہیں۔ اس سے بعض وہمی
طبایع یہ خیال نہ کریں۔ کہ حضرت بلال رضؓ کا درجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
سے بھی بڑھ گیا۔ حضرت بلال رضؓ رسول اللہ صلعم کے غلام ہی تھے۔ اور اسی
غلامی کی بدولت اُنہیں یہ عزّ و شرف حاصل ہُوا۔ قاعدہ ہے کہ خدّام اپنے
آقا کے آگے بھی چلا کرتے ہیں۔ اور یہ اُن کے اختصاص و تقرب کی دلیل ہے +

تمت

محمد حسین کاتب امین آبادی +

دیارِ حبیب صلعم کے قابلِ دید مناظر کے عکسی فوٹو

یہ فوٹو نہایت محنت سے تیار کرائے گئے ہیں۔ پہلے دس فوٹو تیار تھے اب اکیس (۲۱) فوٹو کا سٹ تیار ہے قیمت فی عدد تین آنے اکیس (۲۱) فوٹو کا مکمل سٹ ۴/ دس فوٹو ۲/ علاوہ محصولڈاک۔ (۱) روضہ شریف حضرت سرورِ کائنات صلعم کا رنگین فوٹو (۲) کعبۃ اللہ بیت اللہ شریف کا فوٹو سیاہ ریشمی غلاف اور اس پر سنہری حروف جو فوٹو میں اچھی طرح پڑھے جاتے ہیں (۳) مدینہ منورہ کا نظارہ (۴) مکہ معظمہ میں نماز جمعہ کا دلچسپ نظارہ (۵) میدان عرفات میں لوگوں کے خیمے اور قاضی صاحب کا جبل رحمت پر خطبہ پڑھنا (۶) شیطان کو کنکر مارنے کا نظارہ یعنی رمی (۷) میدان منا میں حاجیوں کے کیمپ اور مسجد خیف کا سین (۸) جنت المعلیٰ واقعہ مکہ معظمہ جس میں حضرۃ خدیجہؓ حرم رسول کریمؐ اور حضرۃ آمنہؓ والدہ حضرۃ سرورِ کائناتؐ کے مزار کے فوٹو بھی ہیں (۹) جنت البقیع جس میں مزارات اہلبیتؓ امہات المومنینؓ و بنات النبی حضرت عثمان غنی و شہدائے بقیع وغیرہ (۱۰) کعبۃ اللہ کے گرد حاجی طواف کر رہے ہیں (۱۱) کوہ صفا و مروہ اور وہاں جو کلام مجید کی آیت کریمہ منقش ہے وہ فوٹو میں حرف بحرف پڑھی جاتی ہے (۱۲) روضہ شریف حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا سادہ فوٹو (۱۳) مسجد حضرت عائشہ صدیقہؓ جہاں سے حاجی عمرہ باندھتے ہیں (۱۴) محمل شامی کا میدان عرفات میں قابل دید نظارہ (۱۵) محمل مصری کا شاندار سین (۱۶) پرانے مدینہ میں اسلام کی پہلی مسجد قبا جو رسول کریم صلعم نے سب سے اول تیار کی اور کرائی (۱۷) سیدنا امیر حمزہ کا مزار جو جنگ احد میں شہید ہوئے (۱۸) بیت المقدس کی مسجد اقصےٰ (۱۹) حرم شریف بیت المقدس میں رحمت اور توبہ کے دروازے (۲۰) صخرہ یعنی وہ بہشتی پتھر جو مسجد اقصےٰ میں معلق تھا اس کا فوٹو اور مسجد کے اندر کا قابل دید نظارہ (۲۱) بیت المقدس میں مسجد سیدنا حضرت عمرؓ اور شہر کا عام دلچسپ سین۔ یہ وہ نقشے نہیں جو بمبئی وغیرہ کے بازاروں میں عام طور پر فروخت ہوتے ہیں۔ یہ اصلی فوٹو ہیں اس لئے آپ ان کو منگا کر اپنے مکانوں اور کمروں کو زینت بخشیں۔ روضہ شریف کا رنگین فوٹو قیمت ۶/ سائز ہر ایک فوٹو ۱۴ + ۱۱ انچ ہے لیکن مکمل سٹ کے ساتھ یہ رنگین فوٹو اسی قیمت یعنی ۴/ میں دیا جاتا ہے علیحدہ ۶/ کو ملتا ہے۔

ملنے کا پتہ: منیجر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤ الدین ضلع گجرات

حرم شریف مدینہ منوّرہ کا سطحی خاکہ

یہ نقشہ ایڈیٹر صاحب صوفی اپنے گذشتہ حج میں مدینہ منوّرہ سے ہمراہ لائے تھے۔ یہ ایک
ترک انجینیر نے موقع کی پیمائش کرکے پیمانہ سے بنایا ہے۔ نہایت عمدہ متبرک اور عجیب چیز
ہے۔ مسجد نبوی میں جہاں جہاں ستون ہیں نقشے میں وہاں ایک چھوٹا سا دائرہ بنا دیا ہے
حضرت سرور کائنات ؐ کے عہد مبارک میں مسجد میں جس قدر حد تھی اُس کو سبز رنگ دیا گیا ہے
حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمان بن عفانؓ اور خلفائے نے اپنے عہد میں جس قدر ایزادیاں کی
ہیں سب علیحدہ علیحدہ رنگ سے دکھائی گئی ہیں۔ ریاض جنّت کا ٹکڑا جس کے ستون کا
رنگ موقع پر تمیز کے لئے زرد رنگ ہے۔ نقشہ میں بھی ستونوں پر یہی رنگ دیا گیا ہے
باب الرحمۃ۔ باب السلام۔ باب النساء۔ باب جبرئیل۔ باب المجیدی وغیرہ سب عین مطابق
موقع پیمانے سے بنائے گئے ہیں۔ روضہ شریف جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
اور حضرت ابابکر صدیقؓ۔ حضرت عمر خطابؓ کی اصلی جگہ موقع پر ظاہر کردی گئی
ہے۔ سٹور (مخزن) اور کتب کے کمروں۔ بستان فاطمۃ الزہرؓ۔ بیر فاطمہؓ اور دیگر
ضروری مقامات بھی دکھائے گئے ہیں۔ منبر محراب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
محراب عثمانؓ۔ جائے تکبیر سب دکھائے گئے ہیں۔ یہ نقشہ پانچ رنگوں میں تیار
کرایا گیا ہے معہ رول و کپڑا روغنی نقشہ کی قیمت صرف ایک روپیہ (عہ/) ہے
جو ان خوبیوں کے مقابلہ میں کچھ قیمت نہیں +

یاد رفتگان

پنجاب کے عموماً اور لاہور کے اولیائے کرام کے حالات
تیسری دفعہ حال میں طبع ہوئی ہے۔ قیمت ۱۲/

المشتہر

مینجر رسالہ صوفی پنڈی بہاؤالدین ضلع گجرات

سیرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حالات زندگی میں اردو زبان میں سب سے پہلے یہی کتاب لکھی گئی ہے۔ سرورق پر آپؓ کے مزار مبارک کا خاکہ ہے۔ اس کے بعد سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کا افتتاحیہ مضمون۔ پھر مولینا سیماب صدیقی الوارثی اکبرآبادی کا دلچسپ دیباچہ۔ اس کے بعد جناب چوہدری دِلورام صاحب کوثری کی ایک نظم مناقب حضرت ممدوحہ میں درج ہے۔ کتاب مولینا مولوی نیاز محمد خاں صاحب نیاز فتحپوری کی جدت طبع کا نمونہ ہے۔ نہایت اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر بڑی خوبصورت چھپی ہے۔ زنانہ اسکولوں میں بطور ٹکسٹ بک پڑھانی چاہیئے۔ مستورات کو تحفہ بھیجنے اور بھینوں یا بچیوں کو انعام دینے کے لئے اس سے بہتر چیز ملنی محالات سے ہے +

حالات مولانا رُوم

یہ کتاب جو حال ہی میں دوبارہ طبع ہوئی ہے پہلے ایڈیشن کی نسبت بہت سے مضامین اور فرقہ مولویہ کے درویشوں کے رقص کا نظارہ ایزاد کئے گئے ہیں قیمت وہی صرف ۱۲؍

ہندوستان میں عرفان کی پہلی تجلی

یعنی حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی میں بہترین کتاب۔ قیمت ... ... ۵؍

حیاتِ داغ

ملک الشعراء جہان اُستاد مرزا داغ دہلوی کے باتصویر حالات زندگی قیمت ... ۶؍

حیاتِ حالی

شمس العلماء مولانا الطاف حسین صاحب حالی کے باتصویر حالات زندگی۔ قیمت ... ... ۶؍

ملنے کا پتہ:- منیجر رسالہ الصوفی منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات